زندگی سنوارنے والی سبق آموز حکایات

دلچسپ

حکایاتِ سعدی رحمۃ اللہ علیہ



مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

زندگی سنوارنے والی سبق آموز حکایات

دلچسپ حکایات سعدی

مرتب ابن علی

حرفِ آغاز

مشرف الدین حقیقی نام' سعدی تخلص کرتے تھے۔ آپ 606 ہجری میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب تاتاری صحرائے گوبی سے نکل کر ایران کی اینٹ سے اینٹ جا رہے تھے۔

شیخ سعدی نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن مالوف ہی میں حاصل کی۔ آپ کم عمر ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ نے شیراز کے علماء سے تعلیم حاصل کی' پ الفرج اس کے بعد آپ نے بغداد جا کر ابو الفرج عبدالرحمن جوزی سے تعلیم پائی۔

شیخ سعدی کو سیاحت کا بڑا شوق تھا۔ آپ نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیر و سیاحت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' شام' فلسطین' ایشیائے کوچک اور شمالی افریقہ کے علاقے دیکھے۔ آپ نے سیاحت کے دوران چودہ حج کیے اور کئی جنگوں میں شرکت کی۔ آپ طویل عرصہ سے سیاحت کے بعد 665 ہجری میں واپس شیراز آ گئے اور باقی عمر ایک خانقاہ میں بسر کی۔ آپ نے 691 ہجری میں اسی خانقاہ میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔

نظم و نثر میں سعدی کی تصانیف بکثرت ہیں' جن میں گلستان' بوستان کو آفاقی شہرت حاصل ہے۔ دونوں کتب فارسی نثر کا شاہکار سمجھی جاتی ہیں۔ سعدی نے مختلف ملکوں کی سیاحت کے بعد جو تجربات' مشاہدات حاصل کیے' ان کو مختصر حکایات کی شکل میں لکھ دیا۔ آپ نے بڑے مضامین کو اس خوبصورتی کے ساتھ کم سے کم الفاظ میں بیان کیا ہے کہ گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو۔ اس خوبی کا مقابلہ کسی زبان کو کوئی ادیب نہیں کر سکا۔ ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ان حکایات کی اہمیت کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہی چلی گئی۔ گلستان کے جواب میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں مگر کوئی کتاب اس کی برابری نہ کر سکی۔

شیخ سعدی کے اسلوب کی نمایاں خصوصیت ان کی سادگی اور سلاست ہے۔آپ نے جو اسلوب اپنایا وہ ان کا ہی خاصہ ہے۔گلستان اگرچہ نثر کی کتاب ہے لیکن جا بجا موزوں اشعار بھی ہیں،جو کتاب کا حسن دوبالا کرتے ہیں۔آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کا بھی بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔آپ نے بہت عمدہ پیرائے میں زندگی کی حقیقتوں کو بیان کیا ہے۔آپ کا لکھا ہوا ایک ایک لفظ امر ہو گیا ہے۔انسان رہتی دنیا تک اس سے فیض حاصل کرتے رہیں گے۔اس کتاب میں سعدی کی بہترین حکایات کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

مرتب : ابن علی

سونے کی اینٹ

ایک پارسا کو سونے کی اینٹ کہیں سے مل گئی ۔ دنیا کی اس دولت نے اس کے نور باطن کی دولت چ چھین لی اور وہ ساری رات یہی سوچتا رہا کہ اب میں سنگ مرمر کی ایک عالی شان حویلی بنواؤں گا' بہت سے نوکر چاکر رکھوں گا' عمدہ عمدہ کھانے کھاؤں گا اور اعلٰی درجے کی پوشاک سلواؤں گا۔ غرض تمول کے خیال نے اسے دیوانہ بنا دیا۔ نہ کھانا پینا یاد رہا اور نہ ذکر حق ۔ صبح کو اسی خیال میں مست جنگل میں نکل گیا ۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص ایک قبر پر مٹی گوندھ رہا ہے تا کہ اس سے اینٹیں بنائے ۔ یہ نظارہ دیکھ کر پارسا کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کو خیال آیا کہ مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی سے بھی لوگ اینٹیں بنائیں گے ۔ عالی شان مکان' اعلٰی لباس اور عمدہ کھانے سب یہیں دھرے رہ جائیں گے ۔ اس لیے سونے کی اینٹ سے دل لگانا بے کار ہے ۔ ہاں دل لگانا ہے تو اپنے خالق سے لگا ۔ یہ سوچ کر اس نے سونے کی اینٹ کہیں پھینک دی اور پھر پہلے کی طرح زہد و قناعت کی زندگی بسر کرنے لگا ۔



غریب اور بہشت

دو آدمی قبرستان میں بیٹھے تھے۔ایک اپنے دولت مند باپ کی قبر پر اور دوسرا اپنے درویش باپ کی قبر پر۔امیر زادے نے درویش لڑکے کو طعنہ دیا کہ میرے باپ کی قبر کا صندوق پتھر کا ہے۔اس کا کتبہ رنگین اور فرش سنگ مرمر کا ہے اور فیروزے کی اینٹ اس میں جڑی ہوئی ہے۔اس کے مقابلے میں تیرے باپ کی قبر کیسی خستہ حال ہے کہ دو مٹھی مٹی اس پر پڑی ہے اور دو اینٹیں اس پر رکھی ہیں۔درویش زادے نے جواب دیا یہ درست ہے لیکن یہ بھی تو سوچو کہ قیامت کے دن جب مردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے اس سے پہلے کہ تیرا باپ بھاری پتھروں کے نیچے جنبش کرے میرا باپ بہشت میں پہنچا ہوگا۔



قیمتی موتی

بارش کا ننھا قطرہ بادل سے ٹپکا۔ جب اس نے سمندر کی چوڑائی دیکھی تو شرمندہ ہوا اور دل میں کہا کہ سمندر کے سامنے میری حیثیت کیا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے تو میں نہ ہونے کے برابر ہوں۔ جب اس نے اپنے آپ کو حقارت سے دیکھا تو ایک سیپی (صدف) نے اس کو اپنے منہ میں لے لیا اور دل و جان سے اس کی پرورش کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ قطرہ ایک قیمتی موتی بن گیا۔ اور بادشاہ کے تاج کی زینت بنا۔



غذا

ارشیر بابکان (ایران کا ایک بادشاہ) نے ایک حکیم سے پوچھا "انسان کو دن بھر میں کتنی غذا کھانی چاہیے؟" حکیم نے کہا "ڈیڑھ پاؤ" بادشاہ نے فرمایا "اتنی سی مقدار بھلا کیا طاقت دے گی؟" حکیم نے کہا "جہاں پناہ! انسان کی صحت کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ جو شخص اس سے زیادہ کھاتا ہے وہ غذا کا بوجھ اٹھاتا ہے"۔



ایک پارسا اور گویا

ایک بدمست گویا رات کے وقت بغل میں بربط لیے جا رہا تھا۔ راستے میں ایک پارسا ملا۔ گویئے نے عالم میں مستی میں بربط اس کے سر پر دے ماری۔ بربط ٹوٹ گئی اور پارسا کے سر سے خون بہنے لگا۔ لیکن وہ خاموشی سے چلا گیا۔ صبح ہوئی تو اس سنگ دل گویے کے پاس کچھ روپے لے گیا اور کہا کہ میرے بھائی گذشتہ شب تو مغرور اور مست تھا۔ اسی لیے تیری بربط ٹوٹی اور میرا سر ٹوٹا۔ میرے سر کا زخم خود ہی ٹھیک ہو جائے گا البتہ تیری بربط کی مرمت پر روپیہ خرچ ہوگا۔ لہذا یہ حقیر سا نذرانہ لایا ہوں کہ اپنی بربط ٹھیک کرا لو۔



رسوائی

ایک شخص حضرت داؤد طائیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں فلاں صوفی کو دیکھ کر آ رہا ہوں کہ شراب پی کر مدہوش پڑا ہے۔ اس کی پگڑی اور جسم کے کپڑے قے سے لتھڑے ہوئے ہیں اور کتے اس کے گرد جمع ہیں۔

داؤد طائیؒ اس کی باتیں سن کر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ بھائی سچا دوست آج ہی کے دن کام کرتا ہے' جا اور اس صوفی کو وہاں لے آ۔ اس نے بہت برا کام کیا ہے اور صوفیوں کے نام کو بگاڑا ہے۔

حضرتؒ کا ارشاد سن کر وہ شخص مخمصے میں پڑ گیا اور پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس کو غلاظت سے لتھڑے ہوئے صوفی کو ہاتھ لگانے سے کراہت آتی تھی لیکن حضرت داؤد طائی کا ارشاد بھی نہ ٹال سکتا تھا۔ آخر طوعاً و کرہاً جا کر اس مدہوش صوفی کو کندھے پر لاد لیا۔ جب بازار سے گزرا تو سارا شہر اس پر اُمڈ پڑا۔ لوگ طرح طرح کے طعنے دیتے تھے۔ کوئی کہتا ذرا اس درویش کو دیکھو اس کے تقویٰ پارسائی اور دینداری کے کیا کہنے۔ کوئی کہتا کہ آج کے صوفیوں کو دیکھو کہ شراب پیے ہوئے ایک مدہوش ہے اور دوسرا نیم بے ہوش تف ہے ان کی اوقات پر۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ وہ شخص لوگوں کے طعنے سنتا تھا اور خون کے گھونٹ پیتا تھا۔ خدا خدا کر کے اس صوفی کی قیام گاہ پر پہنچا اور خود لوگوں سے منہ چھپائے اپنے گھر گیا۔ آج اس کو جو خفت اٹھانی پڑی رات بھر اس کے تصور سے کروٹیں بدلتا رہا۔ دوسرے دن حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے ہنس کر فرمایا۔

گلی کوچہ میں بھائی کی آبروریزی نہ کر۔ ورنہ زمانہ شہر میں تیری آبروریزی کرے گا۔



قرض

چند غریب کسی بنئے کے قرض دار ہو گئے تھے۔ بنیا روز تقاضے پر تقاضا کرتا اور ساتھ ہی سخت وست بھی سنا دیتا۔ مگر غریب برداشت کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے تھے۔

ایک دانا نے واقعے سے واقف ہو کر فرمایا "نفس کو کھانے کے وعدہ پر ٹالنا' بنئے کو روپوں کے وعدہ وعدہ پر ٹالنے سے زیادہ آسان تھا۔"



بادشاہ اور درویش

ایک نیک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ایک بادشاہ جنت میں ہے اور دوسرا ایک درویش دوزخ میں پڑا ہے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ لوگ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بادشاہ دوزخ میں ہوگا اور درویش جنت میں لیکن یہاں تو معاملہ اس کے برعکس نکلا۔ معلوم نہیں اس کا کیا سبب ہے۔ غیب سے آواز آئی یہ بادشاہ درویشوں سے عقیدت رکھتا تھا۔ اس لیے بہشت میں ہے اور اس درویش کو بادشاہوں کے تقرب کا بڑا شوق تھا اس لیے جہنم میں ہے۔



صرف ایک داؤ

ایک شخص کشتی لڑنے کے فن میں مشہور تھا۔ وہ تین سو ساٹھ داؤ پیچ جانتا تھا اور ہر روز ان میں سے ایک داؤ کے ساتھ کشتی لڑتا تھا۔ ایک شاگرد پر وہ بہت مہربان تھا۔ اس کو تین سو انسٹھ داؤ سکھا دیے صرف ایک داؤ اپنے پاس رکھا۔ وہ نوجوان کچھ عرصہ میں زبردست پہلوان بن گیا اور دور دور تک اس کی شہرت پھیل گئی ملک بھر میں کسی پہلوان کو اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ اس نوجوان نے اپنی طاقت کے زعم میں بادشاہ وقت سے کہا کہ استاد کو مجھ پر جو فوقیت حاصل ہے وہ اس کی بزرگی اور تربیت کے حق کی وجہ سے ہے ورنہ قوت اور فن میں اس سے کم نہیں ہوں۔ بادشاہ وک اس کی تعلّی پسند نہ آئی اور اس نے استاد اور شاگرد میں کشتی کرانے کا حکم دے دیا۔ مقررہ دن کو اس دنگل کے لیے شاہانہ انتظامات کیے گئے اور اسے دیکھنے کے لیے خود بادشاہ حکومت کے عہدے دار دربار کے افسر اور ملک بھر کے پہلوان جمع ہوئے۔ نوجوان مست ہاتھی کی طرح دنگل میں آیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہاڑ کو بھی اکھاڑ سکتا ہے۔ بوڑھا استاد سمجھ گیا کہ نوجوان شاگرد قوت میں اس سے بڑھ چکا ہے۔ تاہم وہ اس داؤ کا توڑ نہیں جانتا تھا۔ استاد نے اس کو دونوں ہاتوں سے سر پر اٹھالیا اور پھر زمین پر پٹخ دیا۔ ہر طرف واہ واہ کا شور مچ گیا۔ بادشاہ نے استاد کو بیش بہا خلعت اور انعام سے سرفراز کیا اور نوجوان کو ملامت کی کہ تو نے اپنے محسن استاد سے مقابلہ کیا اور ذلیل ہوا۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہ استاد اپنی طاقت کی وجہ سے مجھ پر غالب نہیں آیا' بلکہ اس نے مجھ سے کشتی کا ایک پیچ چھپا رکھا تھا اور اسی پیچ کی وجہ سے جیت گیا۔



جس کا کام اسی کو ساجھے

ایک شخص آشوب چشم میں مبتلا ہو گیا۔ علاج کے لیے سلوتری (جانوروں کے معالج) کے پاس گیا۔ اس نے وہی دوا جو جانوروں کی آنکھوں میں لگاتا تھا' اس کی آنکھوں میں لگا دی۔ اس دوا سے آشوب چشم کیا ٹھیک ہوتا تھا بے چارہ اندھا ہو گیا۔ اور سلوتری سے جھگڑنے لگا۔ یہاں تک کہ معاملہ عدالت میں پہنچا۔ قاضی نے فیصلہ دیا کہ سلوتری پر کوئی تاوان نہیں اگر یہ شخص گدھا نہ ہوتا تو سلوتری کے پاس کیوں جاتا۔ داناؤں کے نزدیک یہ کم عقلی کی بات ہے کہ ایسے کام کو کسی ناتجربہ کار آدمی کے سپرد کیا جائے جس کے لیے تجربہ اور مہارت فن لازم ہو۔



صدر

حلب کے بازاروں میں ایک بھکاری صدا لگا رہا تھا۔ ''دولت مندو! اگر تم لوگوں میں انصاف ہوتا اور ہمیں صبر کی توفیق ہوتی تو دُنیا سے سوال کی رسم ہی اُٹھ جاتی۔



علم اور دولت

مصر میں کسی جگہ دو بھائی رہتے تھے۔ایک نے علم پڑھا اور دوسرا مال جمع کرتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پڑھنے والا تو علامہ ہو گیا اور روپیہ جمع کرنے والا شاہی خزانچی بن گیا۔

ایک بار دولت مند نے عالم بھائی کی طرف حقارت سے دیکھ کر کہا ''ہم تو خزانے کے مالک ہو گئے مگر تم مفلس ہی رہے''۔

عالم بھائی نے کہا ''بھائی جان! میں تو اس حال پر خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے پیغمبروں کی میراث (علم) عطا فرمائی ہے مگر آپ ہیں کہ فرعون کی وراثت (یعنی مصر کی حکومت) پر اترا رہے ہیں''۔



حضرت جنید بغدادیؒ اور بیمار کتا

شیخ الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ ایک دفعہ بیابان میں جا رہے تھے کہ انہیں ایک لاغر اور زخمی کتا نظر آیا جو بھوک سے مر رہا تھا۔ حضرت جنیدؒ نے اپنی سفر کی خوراک میں سے آدھی اسے کھلا دی اور وہ اُٹھ بیٹھا۔ سنا ہے کہ حضرت جنیدؒ وہاں سے جاتے وقت رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کون جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے اللہ کے نزدیک کون بہتر ہے۔ اس لیے کہ کتا باوجود اپنی تمام بدنامی کے جب مر جائے گا تو اس کو دوزخ میں نہ لے جائیں گے۔



جوتا اور پاؤں

زمانے کی گردش اور دنوں کی سختی سے میں کبھی دل شکستہ اور رنجیدہ نہیں ہوا۔ مگر ایک بار ضرور ملال ہوا جب میرے پاؤں میں جوتی نہ تھی اور نہ خریدنے کو جیب میں پیسہ تھا۔

میں حیران پریشان کوفے کی جامع مسجد میں جا نکلا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں ہیں۔ پس میں نے اپنے پاؤں کی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا اور ننگے پاؤں رہنا ہی غنیمت سمجھا۔



نا خلف بیٹا

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ شہر ''دیاربکر'' میں ایک بڈھے کا مہمان تھا' جس کے پاس بے انتہا دولت تھی۔ اس کا ایک خوبصورت نوجوان لڑکا تھا جس سے اس کو بے حد محبت تھی۔ ایک رات کہنے لگا کہ ساری عمر میری یہی ایک اولاد ہوئی۔ اس جنگل میں ایک درخت ہے۔ لوگ اپنی مرادیں مانگنے وہاں جاتے ہیں۔ میں نے بہت سی طویل راتیں اس درخت کی جڑ میں بیٹھ کر خدا کے سامنے روتے ہوئے گزاری ہیں' تب کہیں جا کر مجھے یہ فرزند نصیب ہوا ہے۔

میں نے سنا وہ لڑکا چپکے چپکے دوستوں سے کہہ رہا تھا کہ اے کاش مجھے اس درخت کا علم ہوتا تا کہ میں وہاں جا کر دُعا کرتا کہ اس بڈھے سے میری جان چھوٹے۔



سونا چاندی

ایک مسافر کسی بڑے ریگستان میں راستہ بھول گیا۔ بدقسمتی سے کھانا بھی ختم ہو چکا تھا اور برداشت کی طاقت نہ رہی تھی۔ ہاں کمر سے کچھ روپے بندھے تھے۔ جب اردگرد پھر کر غریب نے کہیں راہ نہ پائی تو بے چینی سے جان دے دی۔

کچھ عرصے بعد اس طرف کسی قافلے کا گزر ہوا تو دیکھا کہ مرنے والے کے سامنے روپوں کی ہمیانی رکھی ہے اور زمین پر یہ لکھا ہوا ہے۔

''مال و دولت سے پیٹ نہیں بھرتا۔ سونے چاندی سے شلجم اچھے ہیں جس سے پیٹ تو بھر سکتا ہے''۔



بد بخت

چند صوفی ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ان میں ایک نے ایسے آدمی کی بدگوئی شروع کردی جو وہاں موجود نہ تھا۔حاضرین مجلس میں سے ایک مرد باصفا نے اس سے پوچھا ''کیوں دوست تو نے کبھی فرنگیوں سے جہاد کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا ''میں نے تمام عمر اپنی چاردیواری سے باہر قدم نہیں رکھا''۔

درویش باصفا نے کہا ''یارو! میں نے ایسا بدبخت کوئی نہیں دیکھا کہ کافر تو اس کی لڑائی اور حملے سے بےفکر ہو کر امن اور چین کی بانسری بجائے اور مسلمان اس کی زبان کا شکار بنے''۔



نیک فطرت آدمی

ایک شخص نہایت خوش خلق اور نیک سیرت تھا۔ وہ بروں کو بھی بھلا کہتا تھا کیونکہ اپنی نیک فطرت کی وجہ سے اس کی نظر ان کے عیبوں پر نہیں جاتی تھی۔ جب اس نے دنیائے فانی سے کوچ کیا تو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ "مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہوا؟" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ "الحمدللہ مجھ پر کوئی سختی نہیں کی گئی کیوں کہ میں نے بھی کبھی کسی کے ساتھ سختی نہ کی تھی"۔



خاموشی

ایک عقل مند نوجوان داناؤں کی محفل میں کبھی بیٹھا تو بحث وتقریر سے ہمیشہ الگ رہتا۔ ایک دفعہ اس کے باپ نے کہا ''برخوردار! تم داناؤں کی مجلس میں گونگوں کی طرح چپ چاپ کیوں بیٹھے رہتے ہو؟''

عقل مند نے عرض کی۔ ''قبلہ! اس اندیشے سے کہ مجھ سے کوئی ایسی بات نہ پوچھی جائے جس کا جواب نہ دے سکوں اور خواہ مخواہ شرمندگی حاصل ہو''۔



اصلی راز

کسی بادشاہ نے رسول اکرمؐ خدا کی خدمت میں ایک طبیب بھیجا کہ ضرورت کے وقت آپؐ کی جماعت کا علاج معالجہ کیا کرے۔ طبیب مدتوں مدینے میں حاضر رہا مگر کسی شخص نے اس سے علاج کے لیے رجوع نہ کیا۔ حکیم نے یہ مسلسل بے کاری دیکھ کر آخر ایک دن آپؐ کی خدمت میں عرض کی کہ "حضور جانتے ہیں کہ خاکسار اتنی مدت سے صرف آپؐ کے جان نثاروں کی خدمت کے لیے حاضر ہے مگر اس عرصے میں میری طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی"

حضور اکرمؐ نے فرمایا "ان لوگوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک بھوک غالب نہ ہو' کھانے کو ہاتھ نہیں لگاتے اور ابھی پیٹ بھرتا نہیں کہ ہاتھ اٹھا لیتے ہیں۔ اس لیے آپ کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کا موقع کم ملتا ہے"۔ حکیم نے کہا "بے شک! تندرستی کا یہی اصلی راز ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے میری حاضری بے کار ہے"۔ اس کے بعد حکیم نے آداب بجالا کر وطن کی راہ لی۔



جدا جدا فطرت

ایک بادشاہ نے اپنا بیٹا ایک معلم کے سپرد کیا اور کہا کہ اس کی ایسی تربیت کر، جیسے اپنے حقیقی بیٹے کی کرتا ہے۔ معلم نے کئی برس نہایت تن دہی سے اس کی تربیت کی لیکن شہزادے پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ کورے کا کورا رہا۔ اس دوران معلم کے بیٹے پڑھ لکھ کر اعلیٰ درجہ کے عالم و فاضل بن گئے۔ بادشاہ نے معلم سے باز پرس کی اور خشم آلود ہو کر کہا کہ "تو نے وعدہ خلافی کی ہے اور شرط وفا نہیں بجالایا" معلم نے عرض کی "جہاں پناہ! میں نے شہزادے اور اپنے فرزندوں کی تربیت یکساں طور پر کی ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ یہ انسان کی فطری صلاحیت جدا جدا ہے۔ شہزادے میں فطری صلاحیت نہیں تھی اس لیے کچھ حاصل نہ کر سکا۔ میرے بچوں میں فطری صلاحیت تھی وہ کہیں سے کہیں جا پہنچے۔"

سونا چاندی پتھر سے نکلتا ہے لیکن ہر پتھر سے سونا چاندی نہیں نکلتا۔



بے کار

کسی لولے لنگڑے نے ایک کنکھجورے کو مار ڈالا۔ حالانکہ اس کے سینکڑوں پاؤں تھے مگر موت کے آگے سب بے کار ہو گئے۔



موتی اور چنے

ایک عرب نے بصرے کے جوہریوں کو اپنی سرگزشت سنائی کہ ایک بار جنگل میں ایسے وقت بھٹک گیا کہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا اور سامنے موت نظر آ رہی تھی۔ اتنے میں ایک تھیلی پر نظر پڑی۔ میں اس خوشی کو نہیں بھول سکتا جو اسے دیکھ کر مجھے حاصل ہوئی۔ میں نے سمجھا تھا کہ تھیلی میں بھنے ہوئے چنے ہیں لیکن جب کھول کر دیکھا تو اس میں چنوں کی جگہ موتی تھے۔ اس وقت مجھے جو رنج ہوا وہ زندگی بھر نہیں بھولوں گا"۔



مردانِ خدا

ایک شریر النفس آدمی ایک درویش کے پاس گیا اور اس سے کچھ طلب کیا۔ اتفاق سے اس وقت درویش بالکل خالی ہاتھ تھا۔ اس نے سائل کی ضرورت پوری کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔ اس پر بے شرف سائل غضب ناک ہو گیا اور گلی میں جا کر درویش کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ مکار، رہزن، دغاباز، گندم نما جو فروش پیٹو غرض کوئی گالی ایسی نہ تھی جو اس بے مہر اس درویش کو نہ دی ہو۔

نیک دل درویش کو اس کی دشنام طرازی کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ ''جو کچھ اس نے میرے بارے میں کہا ہے۔ کسی ایسے آدمی کی جفا کو سننا چاہیے جو بے چینی کی وجہ سے نہ ہو سکے۔ جب تو اپنے آپ کو خوش حال اور قوی دیکھے تو شکرانہ ضعیفوں کا بار برداشت کر۔



چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاؤ

ایک پارسا کے لڑکے کو اپنے چچا کے مرنے پر بہت سا مال و دولت ترکے میں ملا۔

مال مفت دل بے رحم

اس نے دونوں ہاتھوں سے یہ مال و دولت عیاشی و بدکاری میں اڑانا شروع کر دی۔ میں نے ایک بار اسے نصیحت کی کہ "اے بیٹے! آمدنی زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ ہمیشہ برا ہوتا ہے"۔

اس نوجوان نے میری نصیحت کو دیوانے کی بڑ سمجھا اور کہا کہ "آج کی راحت کو چھوڑ کر کل کے غم میں دبلا ہونا محض حماقت ہے"۔ میں نے سمجھ لیا کہ بے وقوف آدمی پر کلام نرم و نازک بے اثر ہے چنانچہ اس کے کنارہ کشی کر لی۔

کچھ عرصہ بعد وہی ہوا جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ نوجوان نے تمام جائیداد عیاشی اور فضول خرچی میں برباد کر ڈالی، ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج ہو گیا۔ میں نے اسے پیوند لگے کپڑے پہنے بھیک مانگتے دیکھا تو سخت غصہ آیا اور جی میں آیا کہ اس کے کہوں کہ کیوں میں تجھے اس دن سے ڈراتا نہ تھا؟ پھر یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ اس حالت میں میری بات اس کے زخموں پر نمک چھڑکے گی اور اس کے دکھ میں اضافہ ہو گا۔



حضرت لقمان کی عالی ظرفی

مشہور دانا حضرت لقمانؑ سیاہ فام تھے۔ وہ تن پرور اور نازک بدن نہیں تھے۔ ایک دفعہ بغداد کے ایک امیر آدمی کا سیاہ فام غلام کہیں بھاگ گیا۔ اس آدمی نے غلطی سے لقمان کو اپنا بھاگا ہوا غلام سمجھ لیا اور انہیں اپنا مکان بنانے پر لگا دیا۔ بے چارے دن بھر گارا اور اینٹیں ڈھوتے رہتے یہاں تک کہ ایک برس گزر گیا اور مکان بن کر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے انہی دنوں امیر آدمی کا بھاگا ہوا غلام بھی واپس آ گیا۔ وہ سخت شرمندہ ہوا اور حضرت لقمانؑ کے پاؤں پر گر پڑا کہ مجھے معاف کر دیجیے۔ لقمانؑ ہنس پڑے اور کہا اب معافی کا کیا فائدہ میں سال بھر خون جگر پیتا رہا ہوں اس کو ایک دم کیسے فراموش کر دوں۔ لیکن خیر تمہیں معاف کرتا ہوں کیوں کہ تمہیں فائدہ پہنچا اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میرا بھی ایک غلام ہے بعض اوقات اس سے سخت کام لیتا ہوں۔ آئندہ میں اس کو کبھی نہ ستاؤں گا کیوں کہ مجھے سال بھر کی یہ مٹی اٹھانے کی مشقت ہمیشہ یاد رہے گی۔



برا کلمہ

میں نے ایک دوست سے کہا ”غالباً“ داناؤں نے خاموشی کو بولنے پر اس لیے ترجیح دی ہے کہ بات کرتے وقت کوئی برا کلمہ منہ سے نہ نکل جائے“۔ دوست نے کہا ”بھائی جان خواہ کتنا ہی اچھا کلام کرو، حرف گیروں کی نظر تو اچھائی پر پڑتی ہی نہیں“۔



بوڑھا اور جوان

دو خراسانی فقیر اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک تو بوڑھا تھا جو دوسرے دن کھاتا اور دوسرا موٹا کڑیل جوان، جو دن میں تین بار کھاتا۔

یہ دونوں اتفاقاً کسی شہر میں جاسوسی کے الزام میں پکڑے گئے اور حاکم کے حکم سے ان کو ایک کوٹھڑی میں بند کر کے دروازے کو اینٹوں سے بند کرا دیا گیا۔

دو ہفتے بعد معلوم ہوا کہ دونوں بے گناہ تھے۔ اس پر حاکم نے دروازہ تڑوا دیا مگر دیوار کھلنے پر لوگوں کو یہ واقعہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ موٹا جوان تو مرا پڑا تھا اور ضعیف بوڑھا ابھی تک زندہ و سلامت۔

اتفاق سے ایک حکیم کا بھی ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے لوگوں کے تعجب میں دیکھ کر کہا۔ ''عزیزو! تعجب تو جب ہوتا کہ بوڑھا مر جاتا اور جوان بچ رہتا۔ جوان بہت کھانے والا تھا بھوک پیاس کیسے سہار سکتا تھا۔ لاچار مر گیا اور بوڑھا کم خور تھا اس نے اپنی عادت کے موافق صبر کیا، جس سے اس کی جان بچ گئی''۔



خشک سالی

ایک سال مصر میں بارش نہ ہوئی اور ملک میں قحط پڑ گیا۔لوگوں نے بہت گریہ و زاری کی لیکن آسمان سے پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی۔ایک شخص حضرت ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں آیا اور ان سے درخواست کی کہ بارش کے لیے دعا کریں۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی دعائیں رد نہیں کرتا۔

حضرت ذوالنونؒ نے یہ بات سنی تو اپنا بوریا بستر باندھ کر مدین مدینہ کی طرف چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد اس زور سے مینہ برسا کہ جل تھل ایک ہو گئے۔پندرہ بیس دن بعد جب حضرت ذوالنونؒ کو مدین میں خبر ملی کہ سیاہ دل بادل کو آخر مصر کے لوگوں پر رحم آ گیا اور رو وہ ان کی مصیبت پر رو دیا۔یہ خبر پا کر وہ واپس مصر تشریف لے آئے۔ایک مرد خدا نے ان سے پوچھا کہ ’’آپ کے مصر سے چلے جانے میں کیا مصلحت تھی‘‘۔انھوں نے جواب دیا کہ ’’میں نے سنا ہے کہ بعض دفعہ اچھوں کا رزق بروں کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے۔میں نے اس ہولناک خشک سالی کے اسباب پر غور کیا اور اپنے سے زیادہ گنہگار اس ملک میں کسی کو نہ دیکھا۔چنانچہ میں یہاں سے بھاگ گیا۔تا کہ میری وجہ سے لوگوں پر خیر کا دروازہ بند نہ ہو جائے‘‘۔



فصاحت و بلاغت

سحبان وائل (عرب کا ایک شاعر) کو فصاحت و بلاغت میں اس لیے بےنظیر مانا جاتا ہے کہ اگر وہ کسی جماعت کے سامنے سال بھر تقریر کرتا تو جو مضمون ایک دفعہ بیان کر دیتا اس کو مکرر نہ کہتا تھا اور دوبارہ کہنے کی ضرورت بھی ہوتی تو طرز بیان اور اسلوب بدل کر دوسرے لفظوں میں ادا کرتا۔

یاد رکھو خوش بیان مقرروں اور جادو نگار شاعروں کا یہی کمال ہے۔



باندی

ایک نیک سیرت نوجوان تحصیل علم کے لیے روم میں وارد ہوا۔ لوگ اس کے اعلیٰ اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے اور اسے ایک مسجد میں عزم و احترام کے ساتھ ٹھہرایا۔ ایک دن امام مسجد نے اس سے کہا کہ ''مسجد سے خاک اور گرد وجھاڑ دو امام کی بات سن کر نوجوان مسجد سے باہر چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا۔ امام مسجد اور دوسرے خدام مسجد نے سمجھا کہ نوجوان مسجد کی خدمت سے پہلو تہی کرتا ہے اس لیے غائب ہو گیا ہے دوسرے دن مسجد کے ایک خادم نے اسے راستے میں پکڑ لیا اور کہا کہ ''تم نے بہت بری حرکت کی ہے' اے متکبر نوجوان تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ لوگ خدمت کی بدولت ہی کسی مرتبے پر پہنچتے ہیں''۔

نوجوان اس کی باتیں سن کر رو دیا اور کہنے لگا کہ ''اے میرے قابل احترام دوست حقیقت یہ ہے کہ میں نے مسجد میں مطلق خاک اور گرد نہیں دیکھی''۔ اس لیے میں نے یہی سمجھا کہ میں اس اس پاک جگہ میں خاک آلود ہوں سو میں مسجد سے باہر آ گیا۔ تا کہ اللہ کا گھر خس وخاشاک سے پاک ہو جائے''۔



بہشت

ایک دولت مند کا لڑکا باپ کی قبر پر بیٹھا ہوا کسی غریب کے بیٹے سے کہہ رہا تھا ''دیکھو تو میرے باپ کی قبر کا تعویز کیسا پختہ بنا ہے اور اس پر نام اور تاریخ کا کتبہ کیسا رنگین لگا ہے۔ پھر سنگ مرمر کا فرش بھی ایسا نفیس ہے کہ دیکھ کر جی خوش ہو جائے۔ تمہارے باپ کی قبر کی طرح نہیں کہ دو مٹھی مٹی اکٹھی کر دی ہے اور اس پر دو اینٹیں ڈال دی''۔

غریب کے بیٹے نے کہا ''میاں! تم نے یہ تو سچ کہا۔ مگر اتنا نہ سوچا جب تک تمھارا باپ ان بھاری پتھروں کے نیچے سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا رہے گا، میرا باپ آسانی سے بہشت میں پہنچ جائے گا۔''



دوست کے عیب

ایک دفعہ ایک پرہیز گار آدمی نے ایک لڑکے سے مذاق کیا۔ اس کے دوسرے ساتھیوں کو یہ بات اچھی نہ لگی اور وہ اس کی پیٹھ پیچھے اس کی عیب جوئی کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے بات ایک صاحب نظر تک پہنچی اس نے کہا۔

''پریشان حال دوست کا پردہ چاک نہ کر۔ یہ نہیں ہے کہ مذاق تو حرام ہے اور غیبت حلال ہے''۔



محمود و ایاز

کسی نے سلطان محمود کے وزیر حسن میمندی سے پوچھا ''شکل وصورت اور لیاقت و دانائی میں تو سلطان کا ہر ایک غلام بڑھ چڑھ کر ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اسے ایاز سے جو محبت ہے وہ کسی دوسرے سے نہیں۔ حالانکہ نہ تو وہ کچھ اتنا حسین ہے نہ عالم و فاضل''۔

حسن نے کہا ''خوب یاد رکھو جو شخص دل میں سماتا ہے وہی آنکھوں کو بھی بھاتا ہے''۔



اہلِ خرد

ایک بدمست شرابی نے ایک حق پرست عقل مند کا گریبان پکڑ لیا اور طمانچے مارے۔ اس نیک آدمی نے خاموشی سے مار کھائی اور اف تک نہ کی۔ کسی نے اس سے کہا ''کہ تو نے ہاتھ میں چوڑیاں تو نہیں پہن رکھی تھیں ایسے بدتمیز کا منہ کیوں نہ توڑا''۔

اس نیک سیرت انسان نے جواب دیا کہ ''بھائی وہ تو رند تھا لیکن میں تو ہوشیار تھا۔ ایک ہوشیار سے یہ توقع کیوں کہ وہ ایک رند سے دست وگریبان ہو جائے''۔



کمزور دل

ایک دفعہ میں بلخ سے چند شامیوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا۔ان دنوں قزاق اکثر قافلوں کو لوٹ لیتے تھے اور ہمیں بھی راستے میں ہر لحظہ قزاقوں کے حملہ کا ڈر تھا۔ ہماری رہبری اور نگہبانی ایک قوی الجثہ نوجوان کر رہا تھا۔وہ سرتا پا ہتھیار سجائے او پچی بنا ہوا تھا۔جوانی کے زور میں جو دیوار سامنے آتی اسے گرا دیتا اور بڑے بڑے تن آور درختوں کو اپنی قوت بازو سے اکھاڑ دیتا تھا۔

اس نوجوان کا تن و توش تو فی الواقع بہت بھاری تھا اور اس کا شہ زوری میں کوئی کلام نہ تھا لیکن اس نے اپنے گھر کے اندر ناز و نعمت سے پرورش پائی تھی اور زمانے کی سختی نرمی نہیں دیکھی تھی۔اس سے پہلے اس نے نہ کبھی سفر کیا تھا نہ اس ک آنکھوں نے کبھی شہسواروں کی تلواروں کی چمک دیکھی تھی اور نہ اس کے کان دلاوروں کے نعروں اور جنگی نقاروں کی آواز سے آشنا ہوئے تھے۔اثنائے سفر میں یکایک ایک چٹان کے پیچھے سے دو قزاق نمودار ہوئے۔ایک کے ہاتھ میں لکڑی اور دوسرے کے ہاتھ میں موگری تھی۔انہوں نے ہم سے لڑنے کا قصد کیا تو میں نے اس نوجوان سے کہا "دیکھتا کیا ہے آگے بڑھ کر ان کا کچومر نکال دے" لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ نوجوان کے ہاتھ سے کمان گر پڑی اور اس کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ناچار ہم نے اپنا مال و اسباب اور ہتھیار قزاقوں کے حوالے کیے اور اپنی جان بچائی۔



غیبت

ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ "ڈاکہ ڈالنا غیبت کرنے کی نسبت کم درجے کا گناہ ہے"۔ میں ان کی بات سن کر سمجھا کہ مذاق کررہے ہیں لیکن جب انہیں اپنے قول میں سنجیدہ پایا تو پوچھا "اے صاحب یہ آپ کیا فرمارہے ہیں بھلا ڈاکہ زنی غیبت سے کیسے اچھی ہوگی"۔ انہوں نے کہا بھائی تم جانتے ہو کہ ڈاکو بہادری سے آگے آتے ہیں اور للکار کر حملہ کرتے ہیں۔ ان کی روزی گو حرام سہی لیکن اس کے حصول میں ان کے تہور اور زور بازو کا دخل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پیٹھ پیچھے برائی کرنے والا بزدل ہوتا ہے۔ وہ اپنا نامہ اعمال تو سیاہ کرلیتا ہے لیکن اسے حاصل کچھ نہیں ہوتا"۔



اعتدال پسندی

ایک حکیم اپنے بیٹے کو کم کھانے کی ہدایت کر رہا تھا کہ بیٹا خوب یاد رکھو ساری بیماریاں کھانے ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ بیٹے نے کہا ابا جان یہ تو صحیح ہے لیکن بھوک سے بھی تو آدمی مر جاتا ہے۔ اسی لیے لوگ کہتے ہیں کہ کھاتے پیتے مر جانا بھوکے پیاسے جینے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

باپ نے کہا بیٹا اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ کھاؤ پیو مگر لٹاؤ اڑاؤ نہیں۔



بیمار مسافر

ایک دفعہ حضرت معروف کرخیؒ کے ہاں ایک مہمان آیا۔ یہ شخص نہایت ضعیف العمر تھا اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ نہایت درشت مزاج اور چڑ چڑا تھا۔ رات بھر کراہتا رہتا تھا اور لوگوں کو ستاتا رہتا تھا۔ اس کی بدمزاجی اور آہ وزاری سے تنگ آ کر مخلوق خدا نے اس نے راہ گریز اختیار کر لی تھی۔ ہاں اگر کوئی شخص چین بجیں ہوئے بغیر دن رات اس کی خدمت میں کمر بستہ تھا تو وہ معروف کرخیؒ تھے وہ بوڑھے مہمان کے آرام کی خاطر ساری ساری رات جاگتے رہتے۔ اس طرح ان کوئی راتیں مسلسل جاگتے ہوئے گزر گئیں۔ ایک رات تھوڑی دیر کے لیے ان کی آنکھ لگ گئی۔ بوڑھے نے فوراً انہیں کوسنا شروع کر دیا اور متکبر فریبی، مکار، دین فروش، غرض جو منہ میں آیا کہہ ڈالا۔ حضرت معروف کرخیؒ نے نہایت تحمل سے ان کی باتین سنیں اور کوئی جواب نہ دیا لیکن ان کی اہلیہ کو اس مہمان کی بکواس پسند نہ آئی اور انہوں نے معروفؒ سے کہا کہ یہ بوڑھا سخت کمینہ اور احسان فراموش ہے بھلائی اور رحم اپنی جگہ لیکن بروں کے ساتھ نیکی کرنا برا ہے۔ اس کمینے کو یہاں سے دفعہ کیجیے۔ بیوی کی باتیں سن کر حضرت معروف کرخیؒ ہنس پڑے اور بیوی کو صبر کی تلقین کی۔



اپنا بھید

ایک بادشاہ (تکش) نے اپنے غلاموں سے ایک راز کی بات کہی اور انہیں منع کیا کہ اس بات کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرنا۔

ایک سال تک تو خیریت رہی پھر ان غلاموں میں سے ایک نے اپ؛ نے کسی دوست کے سامنے یہ بھید ظاہر کر دیا اور اسے تاکید کی کہ یہ کسی دوسرے کو نہ بتانا۔ اس کے دوست نے بھی اسی طرح کیس دوسرے کو یہ بات بتادی۔ شدہ شدہ یہ بات ہر طرف پھیل گئی۔ بادشاہ کو علم ہوا تو اس نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ ان غلاموں کے سر قلم کر دو۔ ان میں سے ایک نے امان چاہی اور عرض کی کہ اے بادشاہ اپنے غلاموں کو قتل نہ کر کہ اس خطا کی ابتدا تجھی نے کی ہے۔ تو نے شروع ہی میں چشمے کا منہ کیوں بند نہ کیا۔ جب وہ سیلاب بن گیا تو اس کے آگے بند باندھنے کا کیا فائدہ''۔

تو نے جب تک بات منہ سے نہیں نکالی تیرا اس پر قابو ہے۔ جب منہ سے نکال دی تو وہ تیرے اوپر قابو پالے گی۔



جمشید کا کتبہ

کہتے ہیں کہ جمشید (ایران کے مشہور بادشاہ) مرنے سے پہلے ایک چشمہ پر پتھر کا ایک کتبہ نصب کرایا جس پر یہ الفاظ کندہ کرائے۔

''اس چشمہ پر مجھ جیسے بہتوں نے دم لیا لیکن وہ پلک جھپکنے میں رخصت ہو گئے۔ میں نے دنیا بہادری اور زور سے حاصل کی لیکن اس کو اپنے ساتھ قبر میں نہ لے جا سکا۔ جب کسی دشمن پر تجھے قابو حاصل ہو جائے تو اس کو نہ ستا' اس کی شکست ہی اس کے لیے کافی ہے۔ پریشان حال دشمن کا زندہ رہنا اس سے بہتر ہے کہ تیری گردن پر اس کا خون ہو''۔



طوطا اور کوا

کسی شخص نے ایک طوطے کو کوے کے ساتھ پنجرے میں بند کر دیا۔ طوطا گھبرا گیا ۔ وہ نفرت سے بار بار کہتا " الٰہی یہ کیسی کالی کلوٹی بھدی شکل بھونڈی صورت اور سراپا نفرت مورت ہے"۔

یہ تو طوطے کا حال تھا۔ مگر عجیب بات ہے کہ کوا بھی طوطے کی ہم نشینی سے سخت تنگ آیا ہوا تھا۔ لاحول پڑھتا اور زمانے کی گردش پر حسرت و افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہہ رہا تھا " خدایا مجھ سے ایسا کیا گناہ ہوا ہے جس کے بدلے میں ایسے نابکار، بے وقوف اور بے ہودہ ناجنس کی صحبت میں قید کر دیا گیا ہوں ۔ میرے مناسب حال تو یہ تھا کہ کسی چمن کی دیوار یا محل کی منڈیر پر اپنے ہم جنسوں کے ساتھ سیر کرتا پھرتا"۔

" یہ حکایت اس لیے بیان کی گئی ہے کہ جس قدر دانا کو نادان سے نفرت ہے اسی قدر نادان کو داناؤں سے وحشت ہوا کرتی ہے۔



برائی کا علاج برائی نہیں ہے

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ نظامیہ میں تحصیل علم کرتا تھا میرا وظیفہ مقرر تھا اور لکھن پڑھنا ہی میرا اوڑھنا بچھونا تھا۔میرا ایک ساتھی مجھ سے بہت جلتا تھا۔ایک دفعہ میں نے اپنے استاد کے پاس اس کی شکایت کی اور کہا کہ ''اے استاد محترم جب میں کسی حدیث کی تشریح اور اس کے نکات و رموز بیان کرتا ہوں تو میرا یہ خبیث دوست مارے حسد کے انگاروں پر لوٹنے لگتا ہے''۔اس پیشوائے عالم مقام استاد نے بگڑ کر فرمایا۔

''دوست کا حسد کرنا تو تجھے پسند نہ آیا۔نہ معلوم تجھے کس نے بتایا کہ غیبت اچھی چیز ہے۔اگر اس نے کمینہ پن کی وجہ سے دوزخ کا راستہ اختیار کیا ہے تو اسی قسم کے دوسرے راستے پر تو بھی دوزخ پہنچے گا''۔



خدا کا شکر

چوکیدار نے ایک چور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے قید خانے میں ڈال دیا۔وہ ساری رات بڑے کرب میں مبتلا رہا۔اسی حالت میں اس کے کان میں کسی شخص کے رونے کی آواز آئی جو اپنی تنگ دستی پر خدا سے شکوہ کر رہا تھا۔چور نے پکار کر کہا ''اے بھائی جا خدا کا شکر کر ہاتھ تنگ ہیں تو کیا ہوا میری طرح بندھے ہوئے تو نہیں''۔



حاتم طائی

کسی نے حاتم طائی سے پوچھا "کیا دنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی شخص دل کا دھنی ہوگا؟" اس نے کہا "ہاں ایک دن میرے ہاں چالیس اونٹ ذبح کیے گئے تھے اور ہر واقف و ناواقف کے لیے اجازت تھی کہ آئے اور کھائے"۔ اسی دن مجھے کسی ضرورت سے جنگل میں جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے ایک بوڑھے کو پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے دیکھ کر کہا "بڑے میاں تم نے حاتم طائی کی دعوت میں کیوں نہیں جاتے۔ آج اس کے دستر خوان پر ایک مخلوق جمع ہے" اس نے کہا "جو خود کما سکتا ہو وہ حاتم کا محتاج کیوں ہو"۔

انصاف یہ ہے کہ ہمت میں وہ بوڑھا مجھ سے بہت بڑھا ہوا تھا۔



ہمت نہ ہارو

ایک آدمی چلتے چلتے بہت تھک گیا اور راستے میں بیٹھ کر رونے لگا کہ مجھ سے بڑھ کر کون مسکین ہوگا جسے سواری کی توفیق بھی نہیں۔ ایک دانا نے سن کر کہا ''اے بدتمیز کیوں ناشکری کرتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ خدا نے تجھے سواری کی توفیق نہیں دی لیکن اس نے تجھے گدھا بھی تو نہیں بنایا کہ لوگ تجھ پر بیٹھ کر سوار ہوں اور بوجھ لادیں''۔



پہلوان کی سرگزشت

ایک پہلوان (مرد شاہ زور) کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ گردش زمانہ سے سخت پریشان ہوگیا تھا۔ خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی۔ مفلسی اور قلاشی کے ہاتھوں عاجز ہوکر باپ کے پاس گیا اور شکایت زمانہ کرتے ہوئے اس سے سفر پر جانے کی اجازت چاہی۔ تاکہ اپنی قوت بازو سے کام لے کر گوہر مقصود حاصل کرسکے (یعنی اپنی تنگ دستی کو آسودہ حالہ میں بدل سکیں)۔

باپ نے کہا ''اے بیٹے یہ فضول خیال سر سے نکال دے اور سلامتی کے لیے قناعت کر کے گھر میں بیٹھ جا۔ کیوں کہ داناؤں کا قول ہے کہ دولت کوشش سے نہیں ملتی''۔

بیٹے نے کہا ''ابا جان! سفر کے بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً تفریح طبع، مختلف ملکوں کی سیر، عجیب وغریب چیزوں کا دیکھنا اور سننا مرتبہ اور ادب کا حاصل کرنا، منافع کمانے اور دولت میں اضافہ کرنے کے ذرائع میسر آنا، دوستوں کی ملاقات، قسم قسم کے لوگوں سے واقفیت اور زمانے کے نشیب وفراز کا تجربہ وغیرہ''۔

باپ نے کہا کہ ''جان پدر! سفر کے فوائد جیسا کہ تو نے بیان کیے بے شمار ہیں۔ لیکن یہ صرف پانچ قسم کے لوگ ہی یقینی طور پر حاصل کرسکتے ہیں۔ اول وہ سوداگر جس کو خدا نے دولت، حشمت، غلام، کنیزیں اور مستعد خدام دے رکھے ہوں۔ ہر روز ایک نئے شہر میں جاتا ہے اور رات ایک نئی جگہ مقیم ہوتا ہے اور ہر وقت دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

دوسرا وہ عالم کہ اپنے کلام شیریں، قوت فصاحت اور مایہ بلاغت کے ساتھ جہاں کہیں جاتا ہے۔ لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تعظیم کرتے ہیں۔

تیسرا وہ خوب رو کہ صاحب دل لوگ اس سے ملنے کی خواہش کریں۔ بزرگوں

نے کہا ہے کہ تھوڑا سا حسن و جمال بہت سے زر و مال سے بہتر ہے اور کہتے ہیں خوب صورت چہرہ زخمی دلوں کا مرہم ہے اور بند دروازوں کی کنجی ہے۔ بلا شبہ اس کی صحبت کو لوگ سب جگہ غنیمت سمجھتے ہیں۔

چوتھا وہ خوش آواز کہ اپنے داؤدی گلے سے بہتے پانی کو روک دیتا ہے۔ اور پرندوں کو اُڑنے سے باز رکھتا ہے۔ اپنی اس خداداد فضیلت سے وہ مشتاقوں کے دل شکار کرتا ہے اور باشعور لوگ اس کی صحبت میں بیٹھنے کی خواہش کرتے ہیں اور ہر طرح سے اس کی خدمت بجالاتے ہیں۔

پانچواں وہ صاحب ہنر جو اپنی قوت بازو سے روزی حاصل کرتا ہے اور روٹی کے ایک لقمہ کے لیے اپنی عزت و آبرو کا سودا نہیں کرتا۔

اے بیٹے یہ صفات جو میں نے بیان کی ہیں سفر میں دل جمعی اور حسن گذران کا باعث بنتی ہیں۔ جو شخص ان صفات سے محروم ہے وہ محض خوش فہمی میں مبتلا ہو کر سفر کرتا ہے اور کوئی دوسرا اس کا نام ونشان بھی نہیں سنتا ہے"۔

بیٹے نے کہا" کہ ابا جان میں داناؤں کے قول کی مخالفت کیسے کروں جو کہہ گئے ہیں کہ رزق اگر چہ قسمت میں لکھا ہوتا ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے لیے تگ و دو ضروری ہے اور مصیبت بھی اگر چہ قسمت میں لکھی ہوتی ہے۔ لیکن اس کو جان بوجھ کر دعوت دینے سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ میری کیفیت یہ ہے کہ مست ہاتھی پر حملہ کر سکتا ہوں اور غضب ناک شیر سے پنجہ آزمائی کر سکتا ہوں۔ پس اے پدر بزرگوار بہتر یہی ہے کہ میں سفر کروں۔ کیونکہ مفلسی کے مصائب جھیلنا میری طاقت سے باہر ہے۔"

یہ کہہ کر باپ سے دعا کی درخواست کی اور چل پڑا۔ چلتے چلتے ایک تند و تیز دریا کے کنارے پر پہنچا وہاں دیکھا کہ کچھ آدمی سامان سفر باندھے ایک کشتی پر بیٹھے ہیں۔ ملاح نے ان سے دریا عبور کرانے کی اجرت پہلے ہی لے لی تھی۔ اس نوجوان

کے پلے پیسہ تو تھا نہیں۔ ملاح کی خوشامد کرنے لگا کہ وہ اسے بغیر اجرت لیے کشتی میں بٹھا لے۔ ملاح نے اسکی خوشامد کا جواب خندہ استہزا سے دیا اور کہا کہ روپے کے بغیر زور بے فائدہ ہے۔ دس آدمیوں کے زور کی بجائے ایک آدمی کا کرایہ نکال۔ کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی اس کی خوشامد اور رونے پیٹنے پر مطلق رحم نہ کھایا اور کشتی چل پڑی۔ نوجوان کو سخت غصہ آیا اور اس نے ملاح سے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ پکار کر کہا کہ ''اگر میرے جسم کے کپڑے کرایہ کے عوض تو قبول کر لے تو پیش کر سکتا ہوں''۔ ملاح لالچ میں آ کر کشتی کو واپس کنارے پر لے آیا۔ نوجوان نے اس کو کشتی سے کھینچ لیا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ ملاح کا دوست بھی اس کی مدد کے لیے کشتی سے باہر آیا۔ لیکن اس کا بھی وہی حال ہوا۔ ناچار انہوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ اس شہہ زور نوجوان سے صلح کر لیں اور اسے بلا اجرت دریا کے پار لے جائیں چنانچہ اس کے پاؤں پر گر پڑے اور منت سماجت کر کے کشتی میں بٹھا لیا۔ دریا میں ایک جگہ یونان کی کسی شکستہ عمارت کا ستون کھڑا تھا۔ کشتی اس کے قریب پہنچی تو ملاح نے کہا ''کشتی میں ایک خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا آدمی جو بہت طاقت ور ہو اس ستو پر چڑھ جائے اور کشتی کی رسی کو پکڑ کر اس کو روک رکھے تا کہ اس دوران ہم اس کی مرمت کر لیں''۔

پہلوان کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے آزردہ دل دشمن کا خیال نہ کیا اور داناؤں کے اس قول کو فراموش کر دیا کہ جس کو تو نے ایک دلی رنج پہنچایا اس کے بعد اگر تو اس کو سو آرام پہنچائے تو اس ایک رنجش سے بے خوف مت رہ کیونکہ تیر زخم سے باہر نکل جاتا ہے اور اس کا درد دل میں باقی رہ جاتا ہے۔ چنانچہ وہ کشتی کی رسی اپنے بازو سے لپیٹ کر اس ستون پر چڑھ گیا۔ ملاح نے رسی اس کے ہاتھ سے چھڑ الی (کاٹ دی) اور کشتی چلا دی۔ پہلوان بے چارہ حیران رہ گیا۔ دو دن سخت مصیبت اٹھائی۔ تیسرے دن نیند نے غلبہ کیا اور اسے پانی میں گرا دیا۔ ایک رات

اور دن ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد بہزار وقت کنارے پر پہنچا۔ زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ درختوں کے پتے اور گھاس توڑ کر کھانے لگا یہاں تک کہ جسم میں کچھ قوت آئی اور وہاں سے آگے روانہ ہوا۔ راستے میں شدید پیاس محسوس ہوئی۔ اتفاق سے ایک کنوئیں پر پہنچا جس کے گرد کچھ لوگ جمع تھے۔ وہ لوگ ایک پیسہ دے کر تھوڑا سا پانی پیتے تھے۔ نوجوان کے پاس پیسہ تو تھا نہیں اپنی بیکسی اور بے مائگی کا اظہار کر کے پانی طلب کیا لیکن کسی نے اس پر رحم نہ کھایا۔ اس نے تنگ آ کر پانی فروخت کرنے والوں میں سے ایک کو زدوکوب کیا۔ یہ دیکھ کر بہت سے آدمی اس کو لپٹ گئے اور خوب پیٹا یہاں تک کہ زخمی ہو گیا۔ ناچار ایک قافلے کے پیچھے ہو گیا۔ رات کو قافلہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں چوروں کا زبردست خطرہ تھا۔ نوجوان نے دیکھا کہ قافلے والے سارے لوگ خوف کے مارے کانپ رہے ہیں اور موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ فکر نہ کرو، میں تنہا پچاس اادمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر اہل قافلہ کی جان میں جان آئی اور ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ انہوں نے اس کو خوب کھلایا پلایا۔ اس کے قل ہو اللہ پڑھتے ہوئے معدہ نے بھوک اور پیاس سے نجات پائی تو لمبی تان کر سو رہا۔ ان لوگوں میں ایک جہاندیدہ بوڑھا بھی تھا۔ اس نے کہا اے میرے ساتھیو مجھے چوروں سے اتنا خطرہ نہیں جتنا تمھارے رہبر سے کہتے ہیں کہ ایک غریب کے پاس تھوڑے سے درہم جمع ہو گئے تھے۔ اس نے چوروں کے ڈر سے گھر میں اکیلے نیند نہ آتی تھی۔ اپنے دوستوں میں سے ایک کو اپنے گھر بلا لیا۔ تا کہ رات مل کر گزاریں۔ ایک ایک اور دو گیارہ۔ چند راتوں میں اس دوست کو اس غریب کی رقم کا پتہ چل گیا اور ایک دن وہ انہیں لے کر نو دو گیارہ ہو گیا۔ لوگوں نے صبح اس غریب کو روتے پیٹتے دیکھا تو پوچھا کہ شاید تیرے درہم چور لے گئے۔ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میر رہبر (دوست) لے گیا۔ تم کیا جانو کہ یہ (پہلوان) بھی انہی چوروں میں سے ہو جو مکر و فریب سے ہم میں آ دھمکا ہے تا کہ

موقع پا کر اپنے دوسرے ساتھیوں کو خبر کر دے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اسے یہیں سوتا چھوڑ دیں اور ہم چلتے بنیں۔ اہل قافلہ کو مشورہ پسند آیا اور وہ سامان باندھ کر وہاں سے چل دیے۔ جب کافی دن چڑھ گیا تو پہلوان بیدار ہوا۔ اردگرد دیکھا تو ہو کا عالم تھا اور قافلہ کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا سر پیٹ کر رہ گیا۔ بے چارہ ادھر ادھر بہت گھوما لیکن قافلے کا پتہ نہ چلا۔ آخر بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر ایک جگہ گر پڑا اور موت کا انتظار کرنے لگا۔ اس وقت اس کی زبان پر تھا۔

(مسافروں پر وہی شخص سختی کرتا ہے جس نے کبھی مسافرت (غریب الوطنی کا مزہ نہ چکھا ہو)۔

اتفاق سے ایک شہزادہ جو شکار کھیلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا تھا۔ ادھر آنکلا۔ اس نے خستہ حال پہلوان کو یہ شعر پڑھتے سنا اور اس کی پاکیزہ صورت دیکھی تو ٹھٹک کر اس کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور پریشان حالی کا سبب پوچھا۔ نوجوان نے جو کچھ اس پر بیتی تھی کہہ سنائی۔ شہزادے کو اس کی تباہ حالی پر رحم آ گیا اور اس نے اسے خلعت اور انعام سے نوازا۔ پھر ایک بھروسہ کا آدمی اس کے ساتھ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے شہر پہنچ گیا۔ باپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس کے زندہ سلامت واپس آ جانے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ پہلوان نے رات کو جو اس پر بیتی تھی کشتی کے حالات ملاح کا ظلم کنوئیں پر دیہاتیوں کی زیادتی اور قافلے والوں کی بیوفائی۔ غرض سب کے تمام حالات باپ کو سنائے۔ باپ نے کہا اے بیٹے کیا میں نے تجھے چلتے وقت نہیں کہا تھا کہ مفلسوں کے دلیری کے ہاتھ بندھے ہوتے ہیں اور ان کی شجاعت کا پنجہ ٹوٹا ہوتا ہے۔

لڑکے نے کہا ”ابا جان یقیناً جب تک آپ تکلیف نہیں اٹھائیں گے‘ خزانہ نہیں پائیں گے۔ جب تک جان کو خطرے میں نہیں ڈالیں گے‘ دشمن پر فتح حاصل نہیں کریں گے۔ جب تک دانہ نہیں بوئیں گے‘ خرمن نہیں اٹھائیں گے‘ آپ نے دیکھا

نہیں کہ تھوڑی سی تکلیف اٹھانے کے بعد مجھے کس قدر راحت نصیب ہوئی ہے اور ایک ڈنگ کھا کر شہد کا کس قدر ذخیرہ میں اپنے ساتھ لایا ہوں''۔

باپ نے بیٹے سے کہا کہ اس مرتبہ آسمان نے تیری مدد کی اور اقبال نے رہبری کی کہ ایک دولت مند تیرے پاس آ گیا اور انعام و اکرام سے تجھے نوازا۔ لیکن ایسا اتفاق شاذ و نادر ہوتا ہے اور اتفاقی باتوں پر تکیہ نہیں کرنا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ فارس کے بادشاہ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس میں ایک نگینہ جڑا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ چند مصاحبوں کے ساتھ شیراز کی عید گاہ میں سیر کرنے گیا۔ وہاں جا کر حکم دیا کہ انگوٹھی کو مرحوم شاہ عضد الدین کے مقبرے کے گنبد پر قائم کیا جائے اور لوگ اس پر تیر اندازی کریں۔ جس شخص کا تیر انگوٹھی کے حلقے سے گذر جائے گا انگوٹھی اس کو دے دی جائے گی۔ اس وقت بادشاہ کے چار سو ماہر تیر انداز تھے۔ ان سب نے انگوٹھی پر تیر چلائے لیکن سب کا نشانہ خطا ہوا۔ ایک چھوٹا سا بچہ ایک نواحی مکان کی چھت پر تیر اندازی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ اتفاق سے اس کا تیر انگوٹھی کے حلقے سے گزر گیا۔ بادشاہ نے اس بچے کو خلعت اور انعام دیا اور حسب وعدہ انگوٹھی بھی اسے دے دی۔ اس بچے نے انعام لے کر تیر و کمان جلا دیے۔ لوگوں نے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ بولا اس لیے کہ میرا بھرم بنا رہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ روشن دماغ دانا سے تدبیر نہیں ہوتی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نادان بچہ غلطی سے نشانہ پر تیر مار دیتا ہے۔



مذاق

ایک سوداگر کوکسی بیوپار میں دوڈھائی ہزار روپے کا گھاٹا پڑ گیا۔اس نے اپنے لڑکے سے کہا ''بیٹا اس نقصان کا ذکر دوسروں کے سامنے نہ کرنا''۔ بیٹے نے پوچھا ''قبلہ براہ کرم اس کے چھپانے ک،افائدہ بھی تو بتایئے''۔

باپ نے کہا صرف یہ کہ رنج دگنا نہ ہو جائے۔ایک تو مال میں گھاٹا کھانا دوسرے لوگوں کا مذاق اڑانا''۔



موت سے فرار

ایک ایسے آدمی نے جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے ایک ہزار پائے (کنکھجورے) کو مار ڈالا۔ ایک صاحب باطن کا وہاں سے گزر ہوا کہنے لگا سبحان اللہ یہ کیڑا ہزار پاؤں رکھتا تھا۔ لیکن جب اس کی موت کا وقت آپہنچا تو ایک بے دست و پا کے ہاتھ سے نہ بھاگ سکا۔



بادشاہ اور گدا

ایک گدا کے پاس بہت سی دولت جمع ہوگئی تھی۔ اتفاقاً بادشاہ کو کسی مہم کے لیے روپیہ کی ضرورت پڑی تو فقیر کو بلا کر فرمایا "اگر اتنا روپیہ بطور قرض دے دو تو مالیہ وصول ہونے پر شکریے کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا"۔ گدا نے عرض کی "قبلہ عالم گداؤں کے مال کو چھونا بادشاہوں کی شان کے شایاں نہیں۔ کیونکہ یہ مال جو جو بھر مانگ کر جمع ہوا ہے"۔

بادشاہ نے فرمایا "فکر نہ کرو ہم بھی یہ رقم دشمن کو تاوان میں دیں گے ناپاک چیز ناپاکوں کے لیے ہے"۔

گدا اس پر بھی راضی نہ ہوا تو بادشاہ نے زبردستی اس سے روپیہ حاصل کر لیا۔



علم لازوال دولت ہے

ایک دانا اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتا تھا کہ اے میرے جگر کے ٹکڑو علم و ہنر حاصل کرو کیوں کہ دنیاوی مال و دولت اعتماد کے قابل نہیں ہے' چاندی سونا چوری ہوسکتا ہے سفر میں تلف ہوسکتا ہے یا خرچ ہوسکتا ہے لیکن علم ایک لازوال اور بڑھنے والی دولت ہے۔ صاحب علم اگر دنیا کی دولت سے محروم ہو جائے تو پرواہ نہیں کیوں کہ وہ علم جیسی لازوال دولت کا مالک ہوتا ہے' جہاں جاتا ہے عزت پاتا ہے۔ اس کے برعکس بے علم مفلس بھیک مانگتا ہے۔ اور ذلت اٹھاتا ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ملک شام پر کوئی افتاد پڑی۔ لوگ گھروں سے بھاگ نکلے اور پھر یوں ہوا کہ علم و ہنر سے بہرہ ور کسان زادے بادشاہ کے وزیر بن گئے اور وزیر کے جاہل لڑکے دیہات میں بھیک مانگنے لگے۔



میٹھا پھل

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بزرگوں کے ایک گروہ کے ساتھ میں کشتی میں بیٹھا تھا۔ ہمارے پیچھے ایک چھوٹی کشتی ڈوب گئی ۔اور اس میں سوار دو بھائی ایک بھنور میں پھنس گئے ۔میرے ساتھی بزرگوں مین سے ایک نے ملاح سے کہا کہ جلد دنوں بھائیوں کو بچاؤ۔ تجھے ہر اک کے عوض پچاس دینار دوں گا۔ ملاح پانی میں کود پڑا اور ایک بھائی کوبھنور سے نکالنے میں کامیاب ہوگیا۔لیکن دوسرا ہلاک ہوگیا۔ میں نے کہا کہ اس کی زندگی باقی نہ رہی تھی اس لیےتو نے اسے پکڑنے میں سستی کی اور دوسرے کے پکڑنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ ملاح ہنس پڑا اور کہا کہ جو کچھ تو نے کہا ہے درست ہے لیکن ایک دوسرا سبب بھی ہے ۔ میں نے کہا وہ کیا کہنے لگا کہ اس کو بچانے کی خواہش میرے دل میں زیادہ تھی کیونکہ ایک دفعہ میں جنگل میں سخت تھک گیا تھا اس نے مجھے اپنے اونٹ پر بٹھالیا اور دوسرے ہاتھ سے میں نے لڑکپن میں ایک کوڑا کھایا تھا۔

میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کے لیے (فائدہ مند) ہے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اس کی برائی بھی اسی پر ہے۔



مال سے محبت

ایک درویش حج کے سفر میں ہمارے ساتھ تھا۔ جس کو عرب کے امیروں سے کسی نے سو اشرفیاں بخشی تھیں کہ قربانی وغیرہ کے بعد جو کچھ بچ جائے بال بچوں کے خرچ میں لائے۔

راستے میں قافلے پر ڈاکہ پڑا اور جس کے پاس جو کچھ بھی تھا' ڈاکو سب کی صفائی کر گئے۔ سوداگر اور مالداروں کے ہاں تو ماتم برپا ہو گیا مگر اس نیک بخت درویش کی حالت میں کوئی تبدیلی واقعہ نہ ہوی۔ میں نے پوچھا کیا تمہارا مال بچ گیا ہے؟ اس کہا ''ہرگز نہیں۔ لینے کو تو میرا ابھی سب کچھ لے گئے ہیں مگر مجھے اس سے اتنی محبت نہ تھی کہ جاتے رہنے سے کچھ پریشانی ہوتی''۔



اولاد کی تربیت

شیخ سعدیؒ سے پوچھا گیا کہ اولاد کی تربیت کیسے کرنی چاہیے انہوں نے فرمایا:

۱۔ جب بچے کی عمر دس سال سے زیادہ ہو جائے تو اس کو نامحرموں اور ایروں غیروں میں نہ بیٹھنے دو۔

۲۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا نام باقی رہے تو اولاد کو اچھے اخلاق کی تعلیم دے۔

۳۔ اگر تجھے بدرے سے محبت ہے تو اس سے زیادہ لاڈ پیار نہ کر۔

۴۔ بچے کو استاد کا ادب سکھاؤ اور اس کو استاد کی سختی سہنے کی عادت ڈالو۔

۵۔ بچے کی تمام ضرورتیں خود پوری کرو اور اس کو ایسے عمدہ طریقے سے رکھو کہ وہ دوسروں کی طرف نہ دیکھے۔

۶۔ شروع شروع میں پڑھاتے وقت بچے کی تعریف اور شاباش سے اس کی حوصلہ افزائی کر۔ جب وہ اس طرف راغب ہو جائے تو اس کو اچھے اور برے کی تمیز سکھانے کی کوشش کرو اور ضروورت پڑے تو سختی بھی کرو۔

۷۔ بچے کو دستکاری (ہنر) سکھاؤ۔ اگر وہ ہنر مند ہو گا تو برے دنوں میں بھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی بجائے اپنے ہنر سے کام لے سکے گا۔

۸۔ بچوں پر کڑی نگرانی رکھو تاکہ وہ بروں کی صحبت میں نہ بیٹھیں۔



اعتبار

سلطان محمود کو اپنے وزیر حسن میمندی سے سرگوشی کرتے دیکھ کر بعض مصاحبوں نے حسن سے پوچھا "فرمایئے آج بادشاہ سلامت آپ سے کس معاملے میں گفتگو کر رہے تھے؟" حسن نے کہا "وقت پر سب کو معلوم ہو جائے گا"۔ مصاحبوں نے کہا "چونکہ سلطان کو آپ پر اعتماد ہے اس لیے آپ سے پوشیدہ باتیں بھی بے دھڑک کہہ دیتے ہیں"۔ حسن نے کہا "پھر بتلاؤ تو سہی میں سلطان کی بات آپ کو بتا کر اپنا اعتبار کیسے کھو دوں؟"



دشمن کی موت

کوئی شخص نوشیروان عادل کے پاس خوشخبری لے گیا کہ اللہ تعالی نے تمہارے فلاں دشمن کو دنیا سے اٹھالیا ہے۔نوشیرواں نے کہا" کیاتو نے یہ بھی سنا ہے کہ موت نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے لیے دشمن کی موت خوشی کا موقع نہیں ہے کہ ہماری زندگی بھی ہمیشہ نہیں ہے"۔



باپ دادا کا نام



ایک عالم اپنے بیٹے کو سمجھا رہا تھا کہ "قیامت کے دن تجھ سے تیرے کام پوچھے جائیں گے نہ کہ باپ دادا کا نام"۔



یاد

ایک بادشاہ نے ایک پاک باز آدمی سے پوچھا کہ آپ کو کبھی میری یاد بھی آتی ہے
انھوں نے فرمایا ''ہاں جب میں خدا کو بھول جاتا ہوں''۔



عجز وانکسار

ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ عید کے دن حمام سے غسل کر کے نکلے۔ گلی میں جا رہے تھے کہ کسی نے ایک گھر سے بے خبری کے عالم میں ان کے سر پر بہت سی راکھ گرا دی۔ حضرت کا لباس' چہرہ' ریش مبارک اور سر کے بال راکھ آلودہ ہو گئے لیکن آپ کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی بلکہ دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر بار بار خدا کا شکر ادا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے نفس میں تو دوزخ کے قابل ہوں ذرا سی راکھ سے منہ کیوں بناؤں۔

خاکساری تیری عظمت میں اضافہ کرے گی اور تکبر تجھے خاک میں ملا دے گا۔ بد مزاج مغرور سر کے بل گرتا ہے۔ اگر بلندی چاہتا ہے تو بلندی تلاش نہ کر۔



دعا

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو لوگوں نے دیکھا کہ بیت اللہ شریف میں سنگریزوں پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ''اے خداوند کریم اگر میں عذاب کے لائق ہوں تو قیامت کے دن مجھے اندھا اٹھانا کہ نیکوں کے سامنے مجھے شرمسار نہ ہونا پڑے''۔



اولیاء اللہ صرف اللہ پر بھروسا کرتے ہیں

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ایک بوڑھا درویش میرا ساتھی تھا۔ ہم دونوں سفر کرتے کرتے ایک دریا پر پہنچے۔ ہمیں پار جانا تھا اور کشتی بان معاوضہ لیے بغیر کسی کو کشتی پر سوار نہ کرتے تھے۔ میرے پاس ایک درہم تھا چنانچہ مجھے تو انہوں نے بیٹھا لیا لیکن بوڑھا درویش خالی ہاتھ کھڑا تھا۔ اسے کشتی میں بٹھانے سے انکار کر دیا اور کشتی کو تیزی سے چلا دیا۔ مجھے اپنے ساتھی کی بے کسی پر رونا آ گیا۔ مجھے اس قدر ملول دیکھ کر بوڑھا درویش قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا کہ ''اے عقلمند میرے حال پر غم نہ کھا۔ مجھے وہی ذات دریا پار کرائے گی جو کشتی لے جا رہی ہے''۔ یہ کہہ کر اس نے پانی پر مصلی بچھایا اور اس پر بیٹھ کر آناً فاناً دریا کے پار اتر گیا۔ میں سمجھا کہ میرا وہم ہے یا خواب ہے۔ فرط تحیر سے میں بے ہوش ہو گیا اور ساری رات کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح کو ہوش آیا تو اس درویش نے آواز دی کہ ''اے مبارک خیال دوست تو تعجب میں کیوں پڑ گیا۔ تجھے کشتی نے کنارے پر پہنچایا اور مجھے خدا نے''۔



بے وقوف

کسی بے وقوف کی آنکھ دکھنے آئی تو علاج کے لیے ایک سلوتری کے پاس چلا گیا۔
اس نے وہی سلائی جو چوپایوں کی آنکھ میں لگاتا تھا اس کی آنکھ میں بھی پھیر دی۔
نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اندھے ہو گئے اور خفا ہو کر سلوتری پر مقدمہ کر دیا۔ جب مقدمہ کی
پیشی ہوئی تو حاکم نے کہا ''تمہارا دعویٰ کسی طرح سننے کے لائق نہیں کہ تم نے خود گدھا
پن کیا ہے۔ انسان ہوتے تو سلوتری کے پاس نہ جاتے''۔

پس خوب یاد رکھو۔ جو شخص بغیر آزمائش کے کسی انجان کو بڑا کام بتاتا ہے نقصان
اٹھانے کے سوا مخلوق میں اپنا ہلکا پن بھی دکھاتا ہے۔

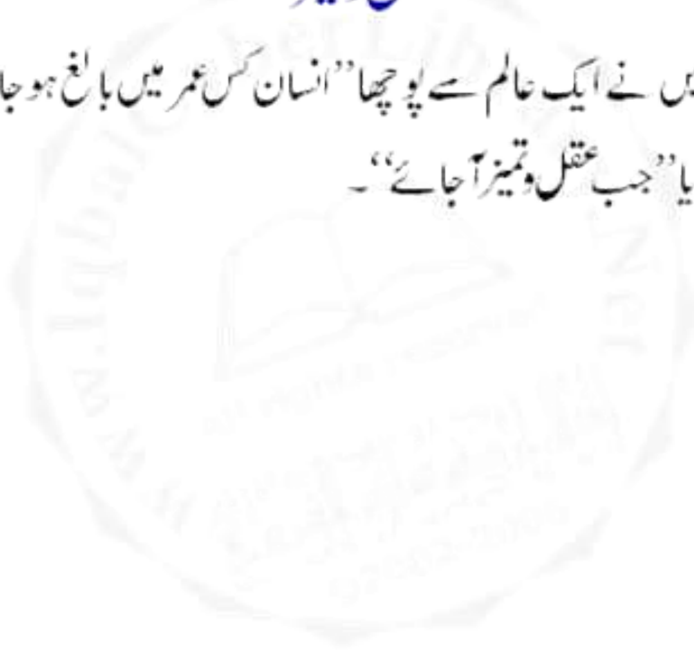


پلنگ سوار

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھا کہ چیتے پر سوار تھا اور چیتا پالتو گھوڑے کی طرح اس کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے چلا آرہا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر میں لرزہ براندام ہوگیا۔۔اس شخص نے مسکراتے ہوئے مجھ سے خطاب کیا کہ "اے سعدی جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اس پر تعجب نہ کر۔تو اگر خدا کے حکم سے گردن نہ موڑے گا تو تیرے حکم سے کوئی بھی گردن نہ موڑے گا"۔



عقل وتمیز



بچپن میں میں نے ایک عالم سے پوچھا ''انسان کس عمر میں بالغ ہو جاتا ہے؟''
انھوں نے فرمایا ''جب عقل وتمیز آ جائے''۔



چور

ایک چور ایک نیک اور پرہیز گار آدمی کے گھر میں گھس گیا۔ کافی تلاش کے باوجود کوئی چیز لے جانے کے لیے نہ ملی۔ مایوس اور غمگین واپس لوٹا۔ اس نیک انسان کو خبر ہوئی تو اس نے وہی گدڑی جس میں سویا ہوا تھا اٹھائی اور چور کے راستے میں پھینک دی تا کہ مایوس واپس نہ جائے۔

راہ حق پر چلنے والے لوگ دشمن کا دل بھی نہیں دکھاتے تھے۔ تجھے یہ مرتبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ اپنے دوستوں خلاف بھی ہے اور ان سے لڑائی مول لے رکھی ہے۔

پاکباز لوگوں کی دوستی اور محبت جیسے منہ پر ہوتی ہے، ویسے ہی پیٹھ پیچھے۔ یہ نہیں کہ پیٹھ پیچھے عیب ڈھونڈتے ہیں اور سامنے قربان ہو ہو جاتے ہیں۔



باپ بیٹا

دیا بکر (عراق کا شہر) میں مجھے ایک ایسے بوڑھے مالدار نے مہمان بنایا جس کی دولت کا ایک ہی لڑکا وارث تھا۔ بوڑھے نے باتوں باتوں میں قصہ سنایا ہمارے علاقے میں ایک درخت زیارت گاہ چلا آتا ہے جہاں اکثر لوگ منتیں ماننے کو جاتے ہیں۔ میں متواتر کئی راتیں اس درخت کے نیچے رو رو کر دعائیں کرتا رہا ہوں جب کہیں خدا نے مجھے یہ لڑکا عطا فرمایا ہے۔ مگر اب سنتا ہوں کہ صاحب زادے اپنے دوستوں کو خفیہ طور پر پوچھتے پھرتے ہیں کہ اگر مجھے اس درخت کا پتا مل جائے تو میں بھی وہاں جا کر صدق دل سے اس بوڑھے باپ کے مرنے کی دعا کروں۔

حکمت: بوڑھے باپ خوش پھرتے ہیں کہ بیٹا بڑا ہونہار ہے اور جوان لڑکے سر دھنتے ہیں کہ یہ مرتے کیوں نہیں۔



بزرگوں کا دامن

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک دفعہ عید کے دن میں اپنے والد کے ساتھ باہر گیا۔ راستے میں ایک جگہ کھیل کود میں مشغول ہوگیا اور والد کا ساتھ چھوٹ گیا۔ جب کھیل کود سے فارغ ہوا اور والد کو نہ دیکھا تو خوف اور دہشت سے بے اختیار رونے لگا۔ اتنے میں میرے والد بھی مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں آپہنچے۔ انہوں نے میرے کان اینٹھے اور جھڑک کر کہا کہ بیوقوف بچے میں نے تجھے کئی بار سمجھایا کہ میرا دامن کبھی نہ چھوڑنا جو بزرگوں کا دامن چھوڑ دیتے ہیں وہ اسی طرح روتے ہیں۔



قبر کی مٹی

جزیرہ کیش میں مجھے ایک سوداگر سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے چالیس تو کارندے تھے اور ڈیڑھ سو اونٹوں پر مال تجارت لدا تھا۔

وہ ایک رات مجھے اپنی آرام گاہ میں لے گیا مگر خیالی پلاؤ پکانے میں نہ تو رات بھر مجھے سونے دیا اور نہ خود سویا۔ کبھی کہتا کہ میرا فلاں مال ترکستان میں پڑا ہے اور فلاں شے ہندوستان میں رکھی ہے۔ کبھی سناتا کہ اسکندریہ چلیں وہاں کی آب و ہوا بڑی خوشگوار ہے۔ پھر خود ہی کہہ دیتا جائیں کیسے؟ کبھی کہتا کہ ”جس سفر کا میں نے ارادہ کر رکھا ہے اگر وہ پورا ہو جائے تو پھر عمر بھر ایک جگہ گوشہ عافیت میں بیٹھ کر قناعت سے بسر کروں“۔

میں نے پوچھا ”بتائیے تو وہ کون سا سفر ہے؟“ کہنے لگا ”فارس سے چین میں گندھک لے جاؤں گا۔ سنا ہے وہاں اس کی بڑی قدر و قیمت ہے اور چین سے پیالیاں خرید کر روم بیچوں گا اور وہاں سے ان کے عوض رومی کپڑا ہندوستان لے جاؤں گا۔ پھر ہندوستان سے ہندوستانی فولاد حلب میں پہنچاؤں گا اور اس کے بدلے آئینے خرید کر یمن لے جاؤں گا اور پھر یمنی چادریں اپنے وطن (فارس) میں لا کر مزے سے ایک دکان کھول کر بیٹھ جاؤں گا اور سفر کو خیر باد کہہ دوں گا“۔

ذرا اس جنون کو ملاحظہ فرمایئے۔ بس اسی طرح بکتے بکتے اسنے رات گزار دی اور اتنی بکواس کی کہ بولنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر اس نے میری طرف توجہ کی اور کہا ”شیخ صاحب آپ نے بھی دنیا دیکھی ہے اپنے دیکھے سنے سے ہمیں بھی تو مشرف فرمایئے“۔ میں نے کہا ”قبر کی مٹی ایسی انسان کا پیٹ بھر سکتی ہے“۔



جدا جدا طبیعت

ایک بادشاہ نے اپنے کند ذہن بیٹے کو کسی قابل استاد کے سپرد کیا۔ استاد نے بہت کوشش کی لیکن شہزادہ لائق نہ ہو سکا اور استاد کے بیٹے جو شہزادے کے ہم سبق تھے خاصے قابل ہو گئے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر ناراض ہوا اور کہنے لگا ''افسوس! تم نے کچھ حق نمک ادا نہ کیا''۔

استاد نے عرض کی ''خداوند نعمت تربیت سب کے لیے یکساں ہے۔ مگر اس کا کیا علاج کی طبیعتیں جدا جدا ہی ہیں''۔



گدڑی

درندوں کا ایک گروہ ایک درویش کا دشمن تھا۔ ایک دن انہوں نے اس درویش کو ناحق برا بھلا کہا اور مارا پیٹا۔ وہ اپنے پیر طریقت کے پاس اپنی مظلومی کی شکایت لے گیا۔ انہوں نے کہا کہ اے فرزند فقیروں کی گدڑی رضا کا لباس ہے جو اس لباس کو پہن کر نامرادی کی ''برداشت نہ کرے وہ محض مدعی ہے' درویش نہیں ہے اور گدڑی پہننا اس پر حرام ہے''۔



گستاخی

مجھے یاد ہے کہ میں ایک دن جوانی کے زور میں ماں کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا تھا۔ اس پر وہ بے چاری رو کر بولی اگر تو اپنا بچپن نہ بھولتا تو یہ شوخی نہ کرتا۔



حضرت ذوالنون مصریؒ اور ایک وزیر

ایک وزیر حضرت ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دن رات بادشاہ کی خدمت میں مشغول رہتا ہوں۔ گو مجھے اس سے بھلائی کی توقع ہوتی ہے پھر بھی اس کے خوف سے لرزہ براندام رہتا ہوں۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت دے''۔ حضرت ذوالنونؒ اس کی باتیں سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ ''اگر میں اللہ جل شانہ کی اسی خدمت کرتا جیسے کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے تو امید ہے کیہ مولائے کریم مجھے صدیقوں کا مرتبہ عطا فرماتا ہے''۔



خطیب

ایک خطیب کی آواز بڑی مکروہ تھی لیکن وہ اپنے آپ کو بڑا خوش آواز سمجھتا تھا۔ گاؤں کے لوگ اس سے بہت بیزار تھے لیکن خطیب کے مرتبہ اور حکام رسی کی وجہ سے اس کی خلاف آواز نہ اٹھا سکتے تھے۔ طوعاوکرحاً اس کا خطبہ سنتے تھے اور خون جگر پیتے تھے۔ ایک دفعہ اس ملک کا ایک دوسرا خطیب اس گاؤں میں آیا۔ یہ خطیب بدآواز خطیب سے دل میں عداوت رکھتا تھا۔ اس نے بدآواز خطیب سے کہا کہ ''میں نے تجھے خواب میں دیکھا ہے خدا خیر کرے! اس نے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا کہا کہ ''تیری آواز نہایت اچھی ہے اور لوگ تیرے دم سے نہایت آرام و راحت میں ہیں''۔ بدآواز خطیب کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر کہنے لگا ''جزاک اللہ یہ بہت مبارک خواب تو نے دیکھا ہے کہ مجھے اپنے عیب کا علم ہو گیا۔ آج سے میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بلند آواز سے خطبہ نہ دوں گا۔



مردِحق اور بادشاہ وقت

ایک مردِ باخدا جنگل کے ایک گوشہ میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا تھا اور اس نے بادشاہ کی طرف دھیان نہ کیا۔ بادشاہ اس کی بے نیازی پر بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ یہ گدڑی پوش جانور ہوتے ہیں ان کو انسانیت چھو کر بھی نہیں گئی''۔ بادشاہ کے تیور دیکھ کر وزیر اس فقیر کے پاس گیا اور کہا کہ ''اے مردِ خدا ایک جلیل القدر بادشاہ تیرے پاس سے گزرا لیکن تو نے کوئی خدمت نہ کی اور نہ آداب بجالایا''۔ اس نے کہا بادشاہ سے کہہ دو کہ ''خدمت کی توقع اس سے رکھے جو اس سے انعام کی توقع رکھتا ہو اور یہ بھی سمجھ لے کہ بادشاہ رعیت کی نگہبانی کے لیے ہیں نہ کہ رعیت بادشاہوں کی اطاعت کے لیے ہے۔ بادشاہ کو فقیر کی باتیں بھلی معلوم ہوئیں۔ اس نے فقیر سے کہا کہ مجھ سے ''کچھ مانگ''۔ فقیر نے کہا ''میں یہ مانگتا ہوں کہ آپ یہاں دوبارہ تشریف لا کر مجھے تکلیف نہ پہنچائیں''۔

بادشاہ نہ کہا ''تو پھر مجھے کوئی نصیحت کیجیے''۔

فقیر نے کہا۔

''ابھی وقت ہے کہ کچھ کر لے کیوں کہ نعمت اب تیرے ہاتھ میں ہے۔ اچھی طرح جان لے یہ دولت اور ملک ہاتھوں ہاتھ جاتا ہے''۔



مرشد کامل

ایک دفعہ ایک مرشد کامل اپنے مرید سے فرما رہے تھے ''کہ اے بیٹے! انسان کو جتنا لگاؤ رزق سے ہے اگر اتنا رزق دینے والے سے ہوتا تو اس کا مقام فرشتوں سے بڑھ جاتا''۔



آمدنی اور خرچ

ایک شریف زادے کو چچا کی میراث سے بہت سی دولت ہاتھ آئی تو اس نے اندھا دھند عیاشی شروع اور لگا گلچھرے اڑانے۔ میں نے نصیحت کی کہ ''بیٹا آمدنی چلتا ہوا پانی اور خرچ پن چکی ہے۔ یعنی خرچ آمدنی پر موقوف ہے۔ آمدنی سے زیادہ صرف کرنا اسراف اور فضول خرچی ہے۔ پس تمہیں بھی کھیل کود چھوڑ کر عقل و تمیز سیکھنی چاہیے کہ مال ختم ہو جانے پر سختی نہ اٹھانی پڑے''۔

نوجوان کھانے پینے کی لذت میں یہ نصیحت کب سنتا تھا۔ اس نے الٹا میری بات پر اعتراض کیا کہ ''حضرت آئندہ تکلیف کے ڈر سے اس وقت آرام نہ اٹھانا کہاں کی عقل مندی ہے''۔

میں نے یہ دیکھ کر کہ میری خیر خواہی کی گرمی اس کے دل کے ٹھنڈے لوہے پر اثر نہیں کرتی نصیحت کو چھوڑ ملنا جلنا بھی ترک کر دیا۔

آخر تھوڑے ہی دنوں میں میں نے اس کو اس حال میں تباہ و برباد دیکھا کہ چیتھڑے جوڑتا اور لقمہ لقمہ مانگ کر پیٹ پالتا تھا۔ اس کی اس حالت پر مجھے غصہ تو بہت آیا مگر میں نے اس وقت غریب کے دل کو ملامت کے ناخن سے چھیلنا مناسب نہ سمجھا اور دل میں کہا جو لوگ آمدنی اور خرچ میں اعتدال نہیں رہتے ان کا یہی حال ہوتا ہے۔



مردان خدا اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتے

میں نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ کعبہ کی چوکھٹ پر اپنا سر رگڑ رہا تھا۔ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ’’اے غفور اے رحیم تو جانتا ہے کہ مجھ ظالم اور جاہل سے کیا ہو سکتا ہے۔ عبادت گزار عبادت کا بدلہ چاہتے ہیں اور سوداگر سامان کی قیمت چاہتے ہیں۔ میں ناچیز امید لے کر آیا ہوں نہ بندگی کے عوض بھیک مانگتا ہوں اور نہ تجارت کرنے آیا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میری عبادت قبول کر لے ہاں معافی کا قلم میرے گناہ پر پھیر دے‘‘۔



تربیت

ایک وزیر کا لڑکا بہت کند ذہن تھا۔ وزیر نے اس کی تعلیم کے لیے لائق سے لائق استاد مقرر کیے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ آخر استاد نے مجبور ہو کر وزیر کی خدمت میں عرض کی ''بندہ پرور میری کوشش سے اس کو تو عقل نہ آئی البتہ پڑھاتے پڑھاتے میری عقل ضرور جاتی رہی''۔



دوسروں کے عیب

لوگوں نے ایک پرہیز گار آدمی سے پوچھا کہ "فلاں عابد کے بارے میں لوگ بری بات کہتے ہیں آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے"۔

اس نے کہا کہ میں اس کے ظاہر میں کوئی عیب نہیں دیکھتا رہا اس کا باطن تو میں غیب کا علم نہیں جانتا"۔

جس کسی کو تو پرہیز گاری کا لباس پہنے ہوئے دیکھے اس کو پرہیز گار اور نیک ہی متصور کر۔



نادان دانا

جالینوس نے ایک احمق کو دیکھا کہ ایک دانش مند آدمی کے گریبان میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا اور اس کی بے عزتی کر رہا تھا۔ یہ ناخوشگوار منظر دیکھ کر جالینوس نے کہا کہ ''اگر یہ شخص فی الحقیقت دانا ہوتا تو یہاں تک نوبت نہ پہنچنے دیتا کہ ایک احمق اسے پیٹنے لگے''۔



درویش

ملک شام کے ایک غار میں ایک درویش ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ اس کا نام خدا دوست تھا۔ وہ فی الواقعی اسم بامسمّٰی تھا۔ دنیا کے جھگڑوں جھمیلوں سے اسے کوئی سروکار نہ تھا اور اس کی قناعت اور بے نیازی کو دیکھ کر سبھی لوگ اس کی عزت کرتے تھے اور عقیدت کے پھول اس کے قدموں پر نچھاور کرتے تھے۔ اس علاقے کا حاکم بڑا ظالم اور مردم آزار تھا اور لوگ اس سے بڑی نفرت کرتے تھے۔ یہ حاکم بھی کبھی کبھی خدا دوست کی زیارت کے لیے جاتا تھا لیکن وہ مردخدا کبھی آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھتا تھا۔ ایک دن حاکم نے شکایتاً کہا کہ آپ اللہ کے نیک بندے ہیں۔ میں حاضر ہوتا ہوں لیکن آپ نفرت سے میری طرف سے منہ موڑ لیتے ہیں مانا کہ میں ملک کا بادشاہ نہیں ہوں لیکن عزت میں کسی درویش سے تو کم نہیں ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ مجھ سے کوئی امتیازی سلوک کریں تاہم اتنی توقع ضرور رکھتا ہوں کہ آپ عام لوگوں جیسا سلوک میرے ساتھ کریں''۔

خدا دوست نے جواب دیا کہ ''اے حاکم کان کھول کر سن لے کہ اللہ کی مخلوق تیرے ظلم سے نالاں ہے۔ اگر تو اللہ کے بندوں کا دشمن ہے تو میں تیرا دوست کیسے بن سکتا ہوں اور اگر میری تیری دوستی کی کوئی راہ نکل بھی آئے تو اس کا کیا علاج کہ خدا تجھے دشمن سمجھتا ہے اور خدا سے دوستی رکھنے والے کی اگر کھال بھی ادھیڑ دی جائے تو وہ دوست کے دشمن کا دوست نہیں ہو سکتا۔ یہاں سے چلا جا اور احسان اور رحم پر کمر باندھ تا کہ خلق خدا تیرے حق میں دعا کرے۔ اے بڑے چھوٹوں پر زور نہ دکھا کیونکہ زمانہ ایک حالت میں نہیں رہے گا۔ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ لوگوں کو نہ ستا اگر تو گر پڑا تو لاچار ہو جائے گا''۔



ہنر سیکھو

ایک دانا نے بیٹے کو نصیحت کی ''بیٹا ہنر سیکھو روپے پیسے کا کوئی اعتبار نہیں کہ روپے اور اشرفیاں تو چور لے جاتے ہیں یا خود مالک ہی آہستہ آہستہ خرچ میں لے آتے ہیں۔ لیکن ہنر ایسی دولت ہے کہ کبھی نہیں گھٹتی اور علم وہ چشمہ ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ ہنر مند کا مال جاتا رہے تو کچھ پرواہ نہیں کہ اس کے پاس ہنر خود بڑی دولت ہے۔ وہ جس جگہ بھی جائے گا قدر پائے گا۔ لیکن بے ہنر کا مال جاتا رہے تو مفلس ہو جاتے گا اور ذلت و تکلیف اٹھائے گا۔



دوسروں کو کتا کاٹتا ہے انسان نہیں

ایک کتے نے ایک صحرانشین نے پاؤں کو اس بری طرح سے کاٹا کہ بے چارے کو درد کی وجہ سے رات کو نیند نہ آئی۔ اس کی ایک چھوٹی سی لڑکی تھی۔ اس نے باپ کو درد سے کراہتے دیکھا تو بھولپن سے باپ پر خفا ہونے لگی کہ "بابا آخر تمھارے منہ میں دانت نہ تھے تم نے کتے کو کیوں نہیں کاٹا"۔ باپ بے اختیار ہنس پڑا اور کہا کہ "جان پدر دوسروں کو کاٹنا تو کتوں کا کام ہے آدمی کتوں کو نہیں کاٹتے"۔

کوئی آدمی بروں کے مقابلے میں تھوڑا سا برا بن جائے لیکن اس کے لیے کتا بننا ممکن نہیں۔



نقصان

ایک سوداگر کو ہزار دینار کا خسارہ ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے کو تاکید کی کہ اس نقصان کا کسی سے ذکر نہ کرنا''۔

بیٹے نے کہا'' کہ ابا جان آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر لیکن مجھے اتنا تو بتا دیجیے کہ اس بات کو پوشیدہ رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟''

اس لیے کہ مصیبت دوہری نہ ہو جائے اول مال کا نقصان دوم ہمسایہ کی مسرت۔

اپنا دکھ دشمنوں کے سامنے مت کہہ کہ وہ اس پر خوشی مناتے ہوئے لاحول کہیں گے۔



بات نہ کاٹو

ایک دانا سے میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اپنی نادانی کا کبھی اقرار نہیں کرتا۔ لیکن وہ شخص جو کسی دوسرے آدمی کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اپنی بات شروع کر دے گویا وہ اپنی نادانی کا اقرار کرتا ہے۔

(دانا اور صاحب تدبیر آدمی کبھی منہ سے بات نہیں نکالتا جب تک کہ دوسرا اپنی بات پوری کر کے خاموش نہ ہو جائے)۔



شہزادے کی تعلیم

ایک فاضل استاد کسی شہزادے کی تعلیم پر مقرر تھا۔ اس کے پاس چند اور لڑکے بھی پڑھا کرتے تھے۔ مگر استاد ہمیشہ شہزادے کو ہی سب سے زیادہ جھڑکتا بلکہ ضرورت دیکھتا تو گوشمالی سے بھی نہ جھجکتا۔ لڑکے نے باپ سے شکایت کی تو اس نے استاد کو بلا کر پوچھا ''اس کی کیا وجہ ہے کہ تم دوسروں کی نسبت ہمیشہ شہزادے کو ہی زیادہ تنبیہہ کرتے ہو؟''

اس نے کہا ''اگر اچھا کلام اور پسندیدہ کام عام مخلوق کے لیے عموماً اچھا تو بادشاہوں کے لیے خصوصاً کیونکہ ان کی زبان ہاتھ سے جو کچھ بھی نکل جائے وہ شہرت پا کر مثال کے طور پر گنا جاتا ہے اور عام لوگوں کے قول و فعل سے تو کوئی واقف بھی نہیں ہوتا۔ شہزادوں کو نیک بنانے میں استادوں کو عام بچوں کے مقابلے میں زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

بادشاہ کو استاد کا جواب اتنا پسند آیا کہ خلعت و انعام سے سرفراز فرما کر کچھ تنخواہ بھی بڑھا دی۔



زبان

ایک شخص دوسرے لوگوں سے کسی بات پر تکرار ہوگئی۔ تکرار تہذیب کے دائرے کے اندر رہتی تو چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن وہ شخص اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنے حریفوں کو گالی دے دی۔ انہوں نے مشتعل ہو کر اس کا گریبان پھاڑ ڈالا اور خوب پیٹا پٹ پٹا کر وہ زار زار رونے لگا۔ کبھی اپنے ننگے بدن کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنی چوٹیں سہلاتا تھا۔ ایک جہاں دیدہ آدمی نے اسے دیکھا تو کہا کہ ''میاں اگر تم اپنی زبان قابو میں رکھتے تو یہاں تک نوبت نہ پہنچتی۔ پھول کو دیکھو جب تک وہ غنچہ رہتا ہے کوئی اس کو نہیں چھیڑتا جونہی وہ منہ کھول کر پھول بنتا ہے اس کا رس چوسنے والے اور توڑنے والے ہر طرف سے آجاتے ہیں''۔



آرام کی قدر

ایک بادشاہ ایک عجمی غلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھا تھا۔ غلام نے اس سے پہلے کبھی دریا نہ دیکھا تھا اور کبھی کشتی میں سفر کیا تھا۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا اور فرط خوف سے اس نے بے تحاشا گریہ وزاری شروع کر دی۔ اس کی بزدلی دیکھ کر بادشاہ کی طبع نازک مکدر ہوگئی۔ لیکن اسے خاموش کرنے کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ ایک دانا بھی اسی کشتی میں بیٹھا تھا۔ اس نے بادشاہ سے عرض کی اگر آپ حکم دیں تو اسے خاموش کر دوں۔ بادشاہ نے کہا نہایت عنایت اور مہربانی ہوگی۔ دانا کے اشارے پر اس غلام کو دوسرے ملازموں نے دریا میں پھینک دیا۔ جب چند غوطے کھا چکا تو بالوں سے پکڑ کر کشتی کی طرف لے آئے۔ وہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ کشتی کے پچھلے حصے کے ساتھ لٹک گیا۔ جب ایک گھڑی گزر گئی تو چپکے سے کشتی کے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ کو دانا کی یہ تدبیر بہت پسند آئی۔ پوچھا کہ اس میں کیا حکمت تھی۔ دانا نے کہا کہ اس نے کبھی ڈوبنے کی تکلیف نہیں اٹھائی تھی اور کشتی کے آرام کو نہیں جانتا تھا اور آرام اور سلامتی کی قدر وہی شخص جان سکتا ہے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہو۔



غصے پر قابو

ایک صاحب دل نے ایک شاہ زور آدمی کو دیکھا کہ سخت غضبناک تھا اور اول فول بک رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ "یہ کیا معاملہ ہے"۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص نے اسے گالی دی ہے۔ صاحب دل نے فرمایا کہ یہ "کم بخت ہزار من کا پتھر تو اٹھالیتا ہے لیکن چھوٹی سی بات برداشت نہیں کر سکتا"۔



تعریف

اہل مجلس میں کچھ لوگ ایک بزرگ کی تعریف کر رہے تھے اور اس کے اچھے اوصاف کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے تھے۔اس بزرگ نے سر اٹھایا اور کہا ''میں جو کچھ ہوں میں ہی جانتا ہوں''۔

اے وہ شخص جو میری خوبیاں بیان کر رہا ہے تو ہی میرے ستانے کو کافی ہے یہ تو میرا ظاہر ہے تجھے میرے باطن کی کیا خبر ہے۔



نفرت

بچھو سے لوگوں نے یہ پوچھا کہ تو جاڑے میں باہر کیوں نہیں نکلتا اس نے جواب دیا کہ "گرمیوں میں میری کون سی عزت ہوتی ہے کہ جاڑے میں بھی باہر نکلوں"۔



حاتم اصم کا بہرا پن

مشہور ولی اللہ حضرت حاتم اصمؒ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہرے تھے ۔ایک روز حضرت حاتمؒ کی نشست گاہ کے قریب ایک مکھی مکڑی کے جالے میں پھنس گئی اور بھنبھنانے لگی۔ حضرت حاتمؒ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا ''اے لالچی مکھی ہر جگہ شکر شہد اور قند نہیں ہوتی بلکہ بہت سے گوشوں میں پھندا اور جال بچھا ہوتا ہے''۔ حاضرین مسجد میں سے ایک نے کہا کہ ''آپ نے مکھی کی بھنبھناہٹ سن لی حالانکہ آپ بہرے ہیں''۔

حاتم اصمؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''بھائی حقیقت میں میں بہرا نہیں ہوں لیکن ایسے بنا رہتا ہوں گویا کچھ سنتا ہی نہیں ۔ یہ اس لیے کہ لوگ میرے سامنے میرے عیب بیان کریں ان سے اپنا دامن بچا سکوں''۔



عقل اور روزی

ہارون الرشید نے مصر فتح کیا تو اس نے اپنے ایک حبشی غلام ''خفیف'' کو اس کا گورنر مقرر کیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی عقل اور سمجھ اس درجہ کی تھی جب ایک سال بے موسم بارشوں کی وجہ سے مصر میں کپاس کی فصل تباہ ہو گئی اور کاشتکاروں نے اس کے پاس فریاد کی تو کہنے لگا ''تمھیں اون بونی چاہیے تھی تاکہ تباہ نہ ہوتی''۔

ایک صاحب دل نے یہ بات سنی تو کہا۔

''اگر روزی میں عقل کی وجہ سے اضافہ ہوتا تو بیوقوف بڑھ کر کوئی مفلس نہ ہوتا۔ خالق کائنات نادان کو اسی طرح روزی پہنچاتا ہے کہ عقل مند اس پر حیران رہ جاتا ہے''۔



آقا اور نوکر

ایک آقا اپنے نوکر کے ہاتھ پاؤں باندھ کر مار رہا تھا۔ کسی پرہیز گار نے دیکھا تو کہا ''میاں غور تو کرو یہ بھی تمھارے جیسا ہی انسان ہے اس فضیلت کے لیے تمھیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہ خدا نے اسے تمھارا فرماں بردار نوکر بنا دیا ہے اور تمھیں آقا۔ غریب نوکروں کو مارنا پیٹنا بھی کوئی انصاف ہے۔ ممکن ہے خدا کے نزدیک قیامت کے دن یہی تم سے بہتر سمجھا جائے اور تمھیں آج کے ظلم کی ندامت اٹھانی پڑے۔ قیامت کے دن اس سے بڑی حسرت اور کیا ہوگی کہ گنہگار آقا تو دوزخ میں جائے اور پرہیز گار نوکر بہشت میں''۔



دکھاوا

ایک عقلمند اور باکمال نوجوان ضرورت کے سوا کبھی بات نہ کرتا تھا یہاں تک کہ علمی مجالس میں بھی شامل ہوتا تو وہاں بھی خاموش رہتا۔ ایک دفعہ اس کے باپ نے کہا ''اے بیٹے تو جو کچھ جانتا ہے بیان کر'' اس نے جواب دیا ''ابا جان میں ان محفلوں میں زبان کھولنے سے اس لیے ڈرتا ہوں کہ لوگ مجھ سے کوئی ایسی بات نہ پوچھ لیں جس کا مجھے علم نہیں ہے اور اس طرح سرِ محفل میری رسوائی ہو''۔



موذن

ایک شخص نہایت رغبت کے ساتھ مسجد میں اذان دیا کرتا تھا۔ لیکن اس کی آواز ایسی بری تھی کہ سننے والے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے۔ اس مسجد کا متولی ایک نیک طنیت امیر تھا۔ وہ اس موذن کو پسند تو نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس کا دل بھی آزردہ نہ کرنا چاہتا تھا۔ آخر ایک ترکیب اس کی سمجھ میں ائی اس نے موذن سے کہا کہ بھائی اس مسجد کا قدیمی موذن واپس آ گیا ہے اس کی ماہانہ تنخواہ پانچ دینار مقرر ہے۔ تمہاری خدمات کی اب ضرورت نہیں رہی پھر بھی میری طرف سے دس دینار حاضر ہیں انہیں لے لو اور کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ موذن بہت خوش ہوا کہ مفت میں دس دینار مل گئے ہیں۔ شادان وفرحان وہاں سے رخصت ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد واپس آ گیا اور امیر سے کہنے لگا کہ "اے صاحب آپ نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ صرف دس دینار دے کر یہاں سے نکال دیا اب میں جس جگہ گیا ہوں وہاں کے لوگ مجھے بیس دینار دے کر رخصت کرنا چاہتے ہیں لیکن میں قبول نہیں کرتا"۔

امیر ہنس کر بولا "خبردار بیس دینار پر ہرگز راضی نہ ہونا بہت جلد وہ پچاس دینار دے کر تجھے راضی کریں گے"۔



خودپسندی

ابوالحسن کوشیار ایران کا مشہور ستارہ شناس (منجم) تھا۔ شیخ بوعلی سینا جیسے سر آمد روزگار بزرگ نے بھی اس کے سامنے زانوئے تلمند تہہ کیا تھا۔ ایک دفعہ کوشیار کے پاس ایک ایسا طالب علم آیا جو سخت خودپسند تھا۔ اس طالب علم کو علم نجوم سے تھوڑی بہت واقفیت ضرور تھی لیکن اتنی نہیں کہ وہ اپنے آپ کو افلاطون زمانہ سمجھنے لگے۔ کوشیار اس کی خودپسندی اور تکبر کو تاڑ گیا اور اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مدتوں کوشیار کے حلقہ درس میں شامل رہنے کے باوجود حقیقی علم وفن سے بے بہرہ رہا۔ جب وہاں سے رخصت ہونے لگا تو استاد نے فرمایا:

''تو نے اپنے بارے میں خیال کیا کہ نہایت عقل مند ہے۔ ذرا سوچ کر جو برتن پہلے ہی بھرا ہوا ہو اس کو مزید بھرنے کی گنجائش کہاں سے نکل سکتی ہے۔ دعویٰ سے خالی ہو کر آ تا کہ کچھ حاصل کرے۔ تیرے دماغ میں خودپسندی سمائی ہوئی ہے اسی لیے محروم جا رہا ہے''۔



طبیب اور مریض

ایک مریض پہلو کے درد کی وجہ سے تڑپ رہا تھا۔ طبیب نے اسے دیکھ کر کہا کہ ''مجھے تعجب ہوگا اگر اس نے آج کی رات پوری کر لی۔ اس نادان نے ایک زہریلی گھاس کھائی ہے اب اس کا زندہ رہنا مشکل ہے''۔ صبح ہوئی تو لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مریض شفایاب ہو چکا تھا اور طبیب اسی رات سوئے عدم روانہ ہو گیا تھا۔



احسان

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مشائخ کبار میں سے ایک کے پاس شکایت کی فلاں شخص نے میرے خلاف شر انگیز جھوٹی گواہی دی ہے انہوں نے فرمایا "تو اس کے ساتھ نیکی کرتا تا کہ وہ شرمندہ ہو"۔

(تو برے آدمی کے ساتھ نیک روش اختیار کرتا کہ اس میں تیری عیب چینی کی طاقت نہ رہے)۔



مصیبت

میں نے ایک پارسا کو دریا کے کنارے پر دیکھا جس کو چیتے نے زخمی کر دیا تھا۔اور اس کا زخم کسی دوا سے اچھا نہ ہوتا تھا۔عرصہ دراز سے وہ اس تکلیف میں مبتلا تھا اور ہر وقت خدا عزوجل کا شکر ادا کرتا تھا۔لوگوں نے اس سے پوچھا کہ ''شکر کس بات کا ادا کرتے ہو''۔اس نے کہا ''اس لیے کہ مصیبت میں مبتلا ہوں نہ کہ گناہ میں''۔



ایک نوجوان

ایک بار سفر میں ایک ایسا شہ زور نوجوان بطور رہبر و نگہبان ہمارے ساتھ تھا کہ دس آدمی اس کی کمان کا چلہ نہ چڑھا سکتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی لاڈلا بھی اتنا تھا کہ اس سے پہلے نہ تو اس نے سفر کیا نہ دنیا کے اونچ نیچ اور سرد و گرم سے واقف ہوا تھا۔ نہ اس کے کانوں نے نقارہ جنگ سنا تھا نہ آنکھوں نے میدان جنگ میں چلتی ہوئی تلوار کا نظارہ ہی کیا تھا۔

میں اور یہ نوجوان چلتے چلتے قافلے سے بہت آگے نکل گئے۔ میرا نوجوان ساتھی جو کوئی پرانی عمارت میں راہ پاتا' اسے ایک ہی دھکے میں گرا دیتا اور جو چھوٹا موٹا پودا راستے میں کھڑا دیکھتا اسے بھی فوراً اکھاڑ پھینکتا۔

ہم اسی طرح چلے جا رہے تھے کہ دو ڈاکو ایک بڑے پتھر کی اوٹ سے نکل کر حملہ کرنے کے لیے ہماری طرف بڑھے۔ ایک کے ہاتھ میں سوٹا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں موگری۔ میں نے جوان سے کہا دیکھتے کیا ہو دشمن آن پہنچا۔

مگر دیکھتا کیا ہوں کہ جوان کے ہاتھ سے تیر و کمان چھوٹ چکے ہیں اور وہ ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہا ہے۔ لاچار ہم نے اپنے بچاؤ کا اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھا کہ کپڑے اور ہتھیار دے کر ڈاکوؤں سے جان چھڑائیں۔



سلامتی خاموشی میں ہے

ملک مصر میں ایک درویش صورت آدمی نے مدتوں سے چپ سادھ رکھی تھی۔ لوگ اسے خدا رسیدہ بزرگ سمجھتے تھے اور پروانہ وار اس کے گرد چکر لگاتے تھے۔ فی الحقیقت وہ ایک عام دنیادار آدمی تھا۔ لیکن مسلسل خاموشی نے اس کا بھرم بنا رکھا تھا۔ ایک دن اس نے کسی سے کہہ دیا کہ "بھائی میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ چپ اس لیے سادھ رکھی ہے کہ لوگ مجھے دانا اور با کمال سمجھیں"۔ اس نے کہنے کو تو یہ بات کہہ دی لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ دوست دشمن سب اس کی حقیقت سے باخبر ہو گئے اور اس کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ایک دن لوگوں سے منہ چھپا کر وہاں سے غائب ہو گیا اور جاتے جاتے مسجد کی محراب پر یہ لکھ گیا۔

"اگر میں اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھ لیتا تو بے وقوفی سے اپنا پردہ چاک نہ کرتا"۔



حسن طلب

ایک بادشاہ نے ایک عیالدار عابد سے پوچھا کہ "تمھارا وقت کیسے کٹ رہا ہے اس نے کہا "تمام رات مناجات میں صبح حاجتوں کے پورا ہونے کی دعا میں اور تمام دن اخراجات کے فکر میں"۔ بادشاہ عابد کے اشارے کو سمجھ گیا اور حکم دیا کہ اس کا وظیفہ مقرر کیا جائے تاکہ عیال کی فکر اس کے دل سے دور ہو جائے۔



نکتہ چینی

ایک شخص جو سر تا پا بدکاریوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ گناہوں سے تائب ہو گیا اور اوباشوں کی صحبت سے کنارہ کر کے اہل حق کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے فیض صحبت سے نہایت اعلیٰ اخلاق اور کردار کا مالک بن گیا۔ لیکن گزشتہ زندگی کے پیش نظر لوگ اس کو برا ہی کہتے تھے۔ وہ بے چارہ لوگوں کے طعنوں سے تنگ آ کر اپنے امیر طریقت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ "ان لوگوں کی زبان درازی نے میرا جینا دوبھر کر دیا ہے"۔ انہوں نے فرمایا "اے بیٹے تو اس نعمت کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے کہ تو اس سے بہتر ہے جیسا وہ تجھے سمجھ رہے ہیں"۔



دکھاوے کی نماز

ایک عبادت گزار شخص نے بادشاہ کو کھانے کی دعوت دی۔ جب سب کھانے پر بیٹھے تو اس شخص نے بہت کم کھایا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو اس نے معمول سے زیادہ پڑھی۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ اسے بڑا کم خوراک اور عابد و زاہد سمجھیں۔ جب اپنے گھر پہنچا تو کھانا طلب کیا۔ اس کا ایک سمجھدار لڑکا تھا۔ اس نے کہا کہ "میں نے ان کے سامنے کم کھایا تا کہ کام آئے"۔ لڑکے نے کہا "تو پھر آپ نماز دوبارہ پڑھ لیجیے اس لیے کہ آپ نے کچھ نہ کیا جو کام آسکے"۔ (یعنی آپ کی دکھاوے کی نماز اکارت گئی)۔



بدآواز قاری

ایک بدآواز آدمی بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک صاحب دل ادھر سے گزرے اور اس سے پوچھا کہ تجھے اس تلاوت کی کچھ اجرت بھی ملتی ہے۔ اس نے کہا ''کچھ نہیں''۔ صاحب دل نے کہا ''پھر تو اتنی تکلیف کیوں اٹھاتا ہے'' اس نے کہا ''محض خدا کے لیے'' صاحب دل نے کہا ''تو پھر خدا کے لیے مت پڑھا کر''۔

اگر تو قرآن اس انداز سے پڑھے گا تو اسلام کی رونق جاتی رہے گی۔



بلاضرورت گفتگو کرنے سے خاموشی بھلی

ایک دفعہ نوشیرواں کے دربار میں داناؤں کی ایک جماعت کسی مسئلہ پر بحث رہی تھی۔لیکن بزرجمہر جوان کا سردار تھا چپ تھا۔انہوں نے اس سے کہا کہ تم اس بحث میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟اس نے کہا کہ "وزیروں کی مثال طبیبوں کی سی ہے اور طبیب اسی کو دوا دیتا ہے جو بیمار ہو۔جب میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری رائے درست ہے تو میرا بحث میں دخل دینا دانائی نہیں ہے"۔

جو کام میرے بات بنائے نکل جائے مجھے اس میں بات نہ کرنی چاہیے اور اگر میں دیکھوں کہ اندھا ہے اور اس کے سامنے کنواں پھر اگر میں خاموش رہوں تو گناہ ہے۔



کڑوا شہد

ایک ہنس مکھ اور خوش اخلاق آدمی شہد کا کاروبار کرتا تھا۔ لوگ اس کی خوش مزاجی اور میٹھی باتوں پر ایسے فریفتہ تھے کہ اس کا شہد ہاتھوں ہاتھ بک جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ زہر بھی اٹھالاتا تو لوگ اس کو شہد سمجھ کر کھا جاتے۔

ایک بدمزاج آدمی اس کے کاروبار کی ترقی کو دیکھ کر جلتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس کے شہد میں کونسا سرخاب کا پر لگا ہے۔ چلو ہم بھی یہی دھندا شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے بھی شہد کا کاروبار شروع کر دیا۔ لیکن اس کی ترش روئی کو دیکھ کر لوگ نزدیک بھی نہ پھٹکتے تھے۔ سارا دن گلی کوچوں میں ہانک لگاتا لیکن ایک گاہک بھی نہ آیا۔ رات کو تھک ہار کر خالی ہاتھ گھر گیا اور بیوی سے کہنے لگا "میرے شہد میں معلوم نہیں کیا خرابی ہے کہ کوئی خریدتا ہی نہیں"۔ بیوی نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

تلخ مزاج آدمی کا شہد بھی تلخ ہوتا ہے۔



ترکیب

ایک مرید نے اپنے مرشد سے کہا کہ لوگ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں۔ وقت بے وقت مجھ سے ملنے آجاتے ہیں اور میرا وقت ضائع کرتے ہیں۔ پیر نے کہا "ان میں سے جو فقیر ہیں ان کو قرض دے دے اور جو مالدار ہیں ان سے کچھ مانگ لے۔ پھر کوئی بھی تیرے نزدیک نہیں پھٹکے گا"۔



حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انکسار

ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے کسی آدمی نے کوئی مسئلہ پیش کیا۔ آپ اس کا جواب دے رہے تھے کہ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بول پڑا۔ ''اے ابوالحسن آپ جو کچھ فرمارہے ہیں اس سے یہ مسئلہ حل نہ ہوگا''۔

حیدر کرار نے اس کی بات نہایت تحمل کے ساتھ سنی اور فرمایا کہ ''اچھا تیرے پاس اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟''

اس آدمی نے اپنی رائے ظاہر کی۔ شاہ مرداں نے اس کا جواب پسند فرمایا اور فرمایا کہ ہاں اس کا یہی حل بہتر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ باب علم تھے اور دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔ لیکن انہوں نے ایک دوسرے آدمی کا مشورہ خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو اس کو دھکے مار کر اپنی مجلس سے نکال دیتا۔

جس کے سر میں غرور ہے ہرگز خیال نہ کر کہ وہ سچی بات سنے گا۔



خاموشی

ایک عالم و فاضل شخص ایک ملحد دہریے سے بحث کر رہا تھا۔ وہ جو دلیل پیش کرتا ملحد اسے رد کر دیتا اور کہتا "میں تو تمہاری دلیل کے ماخذ ہی کو سرے سے نہیں مانتا"۔ ناچار وہ عالم بحث سے دستبردار ہو کر وہاں سے چل دیا۔ کسی نے کہا "واہ صاحب آپ اتنے علم و فضل کے باوجود ایک بے دین کے مقابلے میں عاجز آ گئے"۔ اس نے جواب دیا کہ "میرے علم کا منبع اور ماخذ قرآن حدیث اور بزرگان دین کے اقوال ہیں اور یہ بے دین ان کا سرے سے قائل ہی نہیں ہے اور میری کوئی دلیل سنتا ہی نہیں۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ اس کے کفریہ کلمات سنتا رہوں"۔



بھڑوں سے ہمدردی کا نتیجہ

ایک آدمی کے گھر کی چھت میں بھڑوں نے چھتا بنالیا تھا۔ایک دن اس آدمی نے اس چھتے کو اکھاڑنے کا ارادہ کیا۔ اس کی بیوی تنک کر بولی ''ہے ہے کیا غضب کرتے ہو۔بیچاری گھر سے بے گھر ہوکر پریشان ہوں گی''۔خاوند نے اس کی بات مان لی اور بھڑوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ایک دن وہ اپنے کام پر گیا ہوا تھا کہ بھڑوں نے بیوی کو ڈنک مار دیا اور اس کا منہ سرسوج کر کپا بن گیا۔شوہر گھر آیا تو اس نے رو رو کر برا حال بنا رکھا تھا اور شوہر کو کوس رہی تھی۔شوہر نے کہا ''اے بے عقل عورت مجھے کیوں کوستی ہے۔اپنی عقل کا ماتم کر۔تو نے ہی تو کہا تھا مسکین بھڑوں کا نہ مار۔اب ان سے ہمدردی کا نتیجہ خود ہی بھگت''۔



استاد کی سختی

ایک مدرسے کا معلم نہایت تند خو اور سخت گیر تھا۔ وہ پھول سے نازک بچوں کو بات بات پر پیٹتا۔ کسی کے نرم گال پر طمانچے مارتا اور کسی کی شفاف پنڈلی کو شکنجے میں کستا۔ آخر لوگوں نے تنگ آ کر اور دل برداشتہ ہو کر اسے مدرسے سے نکال دیا اور ایک نیک دل پرہیز گار اور نرم طبع استاد کو لے آئے۔ وہ ضرورت کے بغیر کوئی بات منہ سے نہ نکالتا تھا اور کسی کو مطلق دکھ نہیں دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ طلبہ کے دلوں سے استاد کا ڈر جاتا رہا اور وہ پڑھنا لکھنا بھول کر ہر وقت کھیل کود میں مشغول رہنے لگے یا ایک دوسرے سے لڑنے میں۔ غرض مدرسہ بازیچہ اطفال بن کر رہ گیا۔ لوگ مجبوراً پہلے استاد کے پاس گئے اور اسے منا کر پھر مدرسے میں لے آئے۔ ایک خوش طبع بوڑھے نے اس موقع پر کیا خوب کہا:

ایک بادشاہ نے اپنا لڑکا مکتب میں بھیجا۔ اس کی بغل میں چاندی کی تختی دی، جس پر یہ بات سونے کے پانی سے لکھی ہوئی تھی کہ استاد کی سختی باپ کی محبت سے بہتر ہے۔



راز

اسکندر رومی سے لوگوں نے پوچھا کہ مشرق اور مغرب کے ممالک تو نے کیسے فتح کر لیے حالانکہ پہلے بادشاہ خزانوں اور عمر اور ملک اور لشکر میں تجھ سے بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن ایسی عظیم فتوحات ان کو بھی نصیب نہ ہوئیں۔ اس نے کہا ''اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ملک میں نے فتح کیا وہاں کے باشندوں کو نہ ستایا اور گزرے ہوؤں کی عمدہ رسموں کو منسوخ نہ کیا اور گذشتہ بادشاہوں کو ہمیشہ اچھائی سے یاد کیا''۔

جو لوگ اس دنیا سے کوچ کر گئے ان کے نیک نام کو ضائع نہ کرتا کہ تیرا نیک نام باقی رہے۔



بھید

سلطان محمود غزنوی کے وزیر حسن میمندی سے ایک دفعہ سلطان کے چند درباریوں نے پوچھا کہ "آج سلطان نے فلاں معاملہ کے بارے میں آپ سے کیا باتیں کیں"۔ حسن میمندی نے کہا کہ "سلطان کی رائے تم سے بھی پوشیدہ نہ ہوگی" انہوں نے کہا کہ "اس بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ سلطان جو باتیں آپ سے کرتا ہے ہمارے ساتھ کرنا پسند نہیں کرتا"۔

حسن میمندی نے کہا کہ "سلطان تخلیہ میں میرے ساتھ جو باتیں کرتا ہے وہ اسی اعتماد پر کرتا ہے کہ میں کسی سے نہیں کہوں گا۔ پھر تم کیوں پوچھتے ہو"۔



ظلم نہ کرو

ایک پارسا ایک دولت مند آدمی سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ وہ اپنے غلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پیٹ رہا تھا۔ پارسا کا دل بھر آیا اور اس نے دولت مند سے کہا کہ ''اے بیٹے تو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے' کچھ دوسری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے تیرے ماتحت کر دیا ہے اور تجھے اس پر بزرگی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم کا شکر بجا لایا۔ اور زیر دستوں پر ظلم نہ کر۔ ممکن ہے کہ قیامت کے دن وہ تجھ سے بہتر ہوں''۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت وہ ہوگی جب کہ نیک غلام کو بہشت میں لے جائیں گے اور بدکار آقا کو دوزخ میں''۔

(اس غلام پر جو تیری خدمت اور فرمانبرداری کرتا ہے' بہت غصہ اور سختی نہ کر کیوں کہ قیامت کے دن بڑی رسوائی ہوگی کہ غلام آزاد ہوگا اور آقا زنجیروں میں جکڑا ہوا)



غیبت

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ ''دوسروں کے عیب گننا اور پیٹھ پیچھے برا کہنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی غیبت کرنا اور ان کے عیب ظاہر کرنا جائز ہے۔ اول بے انصاف بادشاہ (حاکم) اس کی بے انصافی کا ذکر کرنا۔ خلق خدا کو اس کے شر اور دھاندلی سے محفوظ رکھے گا۔ دوسرا بے حیا آدمی ۔ چونکہ وہ شرم وحیا کا پردہ خود پھاڑ دیتا ہے اس لیے اس کی بے حیائی پر پردہ ڈالنا بھی جائز نہیں۔ تیسرا کم تولنے والا دوکاندار۔ اس کی بے ایمانی کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دینا چاہیے تا کہ وہ اس سے بچ کر رہیں۔ ان لوگوں کے علاوہ کسی اور آدمی کی غیبت کرنا بہر صورت گناہ ہے''۔



گدھ اور چیل

ایک گدھ نے کہا کہ "دنیا میں مجھ سے زیادہ کیس کی نظر تیز نہیں ہو گی"۔ چیل نے کہا "ایسی ڈینگیں نہیں مارنی چاہیے مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تیری نظر مجھ سے بھی زیادہ تیز ہے۔ گدھ اترا کر بولا "دیکھو گندم کا دانہ زمین پر پڑا ہے کیا تو اسے دیکھ سکتی ہے چیل حیران ہو کر اس کا منہ تکنے لگی اور پھر کہنے لگی کہ "اس کا کیا ثبوت کہ تو سچ کہہ رہا ہے"۔ گدھ نے جھلا کر کہا "اس کا ثبوت پیش کرنا بھلا کون سا مشکل کام ہے"۔ یہ کہہ کر وہ اپنی اڑان اور نظر کی تیزی کے گھمنڈ میں گندم کے دانے پر جھپٹا۔ وہاں کسی شکاری نے جال بچھا رکھا تھا۔ گدھ اسی میں پھنس کے رہ گیا اور اس کی ساری شیخی کرکری ہو گئی۔ چیل نے اب چلا کر کہا۔ "کم بخت گندم کے اس دانے کو دیکھنے سے کیا فائدہ جب تجھے اتنا بڑا جال نظر نہ آیا"۔



حضرت عمر فاروقؓ کا انکسار

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ ایک تنگ گلی سے گزر رہے تھے کہ آپ کا پاؤں ایک فقیر کے پاؤں پر پڑ گیا۔ فقیر حضرت عمر فاروق کو نہیں جانتا تھا اور یوں بھی دکھی آدمی دوست دشمن میں تمیز نہیں کرتا۔ اس نے غضبناک ہو کر کہا "تو اندھا ہے کہ دیکھ کر نہیں چلتا"۔

منصف مزاج امیر المومنینؓ نے نہایت عاجزی سے فرمایا کہ "بھائی میں اندھا تو نہیں ہوں نادانستہ غلطی ضرور ہو گئی ہے۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دے"۔ (یہ الفاظ وہ شخص ایک فقیر کے سامنے کہہ رہا ہے جو لاکھوں مربع زمین کا حاکم تھا جس کی فوجوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیے تھے اور جس کے رعب اور دبدبہ سے شیروں کا پتہ پانی ہوتا تھا۔

عقل مند ہمیشہ انکسار پسند ہوتا ہے کیونکہ میووں سے بھری ہوئی زمین پر سر رکھ دیتی ہے۔



ٹیڑھی کمر

ایک بڑھیا نے (خضاب سے) بال سیاہ کر لیے تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ ''اے بوڑھی اماں مانا کہ تو نے مکاری سے بال سیاہ کر لیے ہیں۔ لیکن یہ ٹیڑھی کمر کیسے سیدھی ہو گی؟''



ناصح کے عیب نہ دیکھو اس کی نصیحت پر عمل کرو

ایک فقیہ نے اپنے والد سے کہا کہ "ان واعظوں کی دل آویز باتوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ وہ جو کہتے ہیں خود اس پر عمل نہیں کرتے"۔

باپ نے کہا "بیٹا محض اس خیال باطل کی وجہ سے نصیحت کرنے والوں سے منہ پھیرنا مناسب نہیں ہے۔ علماء کو گمراہ سمجھنا اور معصوم عالم کی تلاش میں علم سے محروم رہنا اس اندھے کی طرح ہے جو ایک رات کیچڑ میں پھنس گیا تھا اور کہہ رہا تھا "اے مسلمانو میرے راستہ میں چراغ رکھ دو"۔ ایک خوش طبع عورت نے اس کی بات سن کر کہا "جب تجھے چراغ ہی نظر نہیں آتا تو اس کی روشنی میں راستہ کیسے تلاش کرے گا"۔ اسی طرح وعظ کی مجلس بزاز کی دوکان کی طرح ہے وہاں جب تک نقد نہ دو گے سامان حاصل نہ کرسکو گے مجلس وعظ میں جب تک عقیدت سے نہ آؤ گے سعادت نہ پاؤ گے"۔

علم کی بات دل سے سنو اگر چہ اس کا عمل اس کے قول کی مانند نہ ہو۔ انسان کو چاہیے کہ نصیحت کان میں ڈال لے (قبول کرلے) خواہ وہ دیوار پر لکھی ہو۔



تعلیم وتربیت

ایک وزیر نے اپنا کند ذہن اور نالائق بیٹا ایک دانش مند کے پاس تعلیم وتربیت کے لیے بھیجا۔ دانشمند نے مدتوں اس کی تعلیم وتربیت کی لیکن اس پر ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔آخر اس نے تنگ آکر نالائق شاگرد کو اپنے باپ کے پاس یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ ''یہ تو عاقل نہیں بنتا البتہ اس نے مجھے پاگل کر دیا ہے''۔

اگر لاہو ناقص ہو تو اسے کوئی صقیل (چمکا) نہیں سکتا۔ اگر انسان میں فطری صلاحیت وقابلیت ہو تو تربیت اسی پر اثر کرے گی۔کتے کو بے شک سات مندروں میں نہلاؤ وہ جس قدر بھیگے کا زیادہ نجس ہو جائے گا۔عیسیٰ کے گدھے کو خواہ مکہ میں لے جائیں جب واپس آئے تو گدھا ہی گا۔



نام حاجیوں کا......کام پاجیوں کا

ایک دفعہ حاجیوں کا ایک قافلہ دشت حجاز میں سفر کر رہا تھا۔ یہ دعا گو (سعدی) بھی اس قافلے کے ساتھ پاپیادہ سفر کر رہا تھا۔ میرے پاپیادہ ساتھی کسی بات پر آپس میں دست وگریبان ہو گئے اور ایک دوسرے کو خوب زدوکوب کیا۔ میں نے ایک شہسوار کو دیکھا کہ وہ یہ منظر دیکھ کر اپنے ساتھ سے کہہ رہا تھا۔

''یالعجب (عجیب بات ہے) کہ ایک پیادہ شطرنج کے میدان طے کرنے کے بعد فرزین بن جاتا ہے یعنی اس کا رتبہ پہلے سے بلند ہو جاتا ہے لیکن یہ حاجی حجاز مقدس کے میدان کو طے کرنے کے بعد پہلے سے بھی بدتر ہو گئے''۔



حاکم کا ایک عیب

ایک عالم و فاضل استاد سے ایک شہزادہ بھی تعلیم پاتا تھا۔ استاد دوسرے طلبا کی نسبت شہزادے پر بہت سختی کرتا تھا۔ ایک دن شہزادے نے تنگ آ کر باپ کے پاس شکایت کی اور جسم سے لباس اتار کر استاد کی مار کے نشانات دکھائے۔ بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے استاد کو بلا کر پوچھا ''تو دوسرے شاگردوں پر اتنی سختی کیوں نہیں کرتا جتنی میرے فرزند پر''۔ استاد نے جواب دیا کہ ''شہزادے نے بڑے ہو کر بہت بڑی ذمہ داری سنبھالنی ہے اس لیے اسے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ عاقل اور قابل ہونا چاہیے۔ بادشاہ کے ہاتھ اور زبان سے جو حرکت ہوتی ہے اس پر دنیا کی نظر ہوتی ہے اور عوام میں اس کا چرچا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس عام لوگوں کے قول اور فعل کی چنداں اہمیت نہیں ہوتی ہے،۔ یہی سبب ہے کہ میں شہزادے کو تعلیم دینے اور اس کے اخلاق سنوارنے میں دوسروں سے امتیازی سلوک کرتا ہوں''۔

اگر ایک درویش میں سو عیب ہوں۔ اس کے ساتھ میں سو میں سے ایک کو بھی نہیں جانتے۔ اگر بادشاہ کے ایک ناپسندیدہ فعل بھی سرزد ہو تو اس کا چرچا ایک **ملک** سے دوسرے **ملک** تک ہو جاتا ہے۔

بادشاہ کو استاد کا جواب پسند آیا۔ اسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور اس کا منصب بڑھا دیا۔



سوال

امام محمد غزالیؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ "علوم میں آپ اتنے بلند مرتبہ پر کیسے پہنچے"۔ انہوں نے فرمایا "جو کچھ میں نہیں جانتا تھا اس کے پوچھنے میں میں نے ذلت نہ سمجھی"۔



دوسروں پر انگلیاں نہ اٹھاؤ

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں بڑا عابد و زاہد اور شب بیدار تھا۔ ایک رات اپنے والد مرحوم کے ساتھ مسجد میں مشغول عبادت تھا اور قرآن حکیم اپنی بغل میں لیے ہوئے تھا۔ کچھ لوگ ہمارے چاروں طرف سو رہے تھے۔ میں نے والد سے کہا کہ ''ان لوگوں مین سے کسی کو اتنی توفیق بھی نہیں ہوئی کہ اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیتا ہے۔ ایسے سوئے ہوئے ہیں گویا مردہ ہیں''۔

حضرت والد نے فرمایا ''اگر تم بھی سو جاتے تو یہ اس سے بہتر تھا کہ لوگوں کی عیب چینی کرتے''۔



گدھا

ایک دیہاتی کا گدھا مر گیا۔ اس نے اس کا سر اپنے انگوروں کے باغ میں لٹکا دیا تا کہ انگور نظر بد سے محفوظ رہیں۔ ایک جہاندیدہ بوڑھا وہاں سے گذرا۔ اس نے ہنس کر کہا کہ "اے بیٹے یہ گدھا زندگی میں تو اپنے سر اور کان کو ڈنڈوں سے نہ بچا سکا۔ مرنے کے بعد وہ بھلا تیرے باغ کو چشم بد سے کیا بچائے گا"۔

وہ طبیب کسی کے مرض کا کیا علاج کرے گا۔ جو خود مرض سے مرا چاہتا ہے۔



موت

کوفہ سے ایک قافلہ سوئے اعجاز روانہ ہوا تو ایک پیدل چلنے والا درویش ننگے سر اور ننگے پائیوں اس کے ساتھ ہولیا۔ وہ شاداں وفرحاں اکڑ کر چل رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا۔

''نہ تو میں اونٹ پر سوار ہوں اور نہ اونٹ کی طرح بوجھ تلے دبا ہوا ہوں نہ رعیت کا بادشاہ ہوں نہ بادشاہ کا غلام ہوں نہ موجود کا غم رکھتا ہوں اور نہ اس کی فکر ہے جو موجود نہیں ہے۔ آرام سے سانس لیتا ہوں اور عمر گزارتا ہوں''۔

ایک مالدار اونٹ سوار نے اس سے کہا ''اے فقیر کہا جا رہا ہے۔ سفر کی صعوبت تجھے مار ڈالے گی''۔ اس نے نہ سنا اور صحرا کی طرف چل دیا۔ جب قافلہ ''نخلہ محمود'' کے مقام پر پہنچا تو مالدار اونٹ سوار فوت ہو گیا۔ درویش اس کے سرہانے آیا اور کہا ''ہم تو سختی سے نہ مرے اور تو خوش بخت اونٹ پر مر گیا''۔

بہت سے تیز رو گھوڑے ہیں جو منزل سے رہ گئے اور لنگڑا گدھا اپنی جان منزل تک لے گیا۔



شادی

ایک بڈھے نے لوگوں سے کہا ''کہ تو شادی کیوں نہیں کر لیتا''۔ اس نے کہا کہ بوڑھی عورتوں سے مجھے الفت نہیں ہے۔ اس لیے کسی بڑھیا سے شادی کرنے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ اسی طرح کوئی جوان عورت مجھے بڈھے سے شادی کرنا کیسے پسند کرے گا''۔



بری اولاد

ایک درویش کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ دن رات اللہ سے دعائیں مانگتا تھا کہ وہ اسے ایک فرزند عطا فرمائے۔ ایک دفعہ منت مانگی کہ اگر اللہ نے فرزند عطا کی تو اپنے تن کی گدڑی کے سوا اپنا سارا مال و اسباب راہ خدا میں دے دے گا۔ اللہ تعالی نے اس کی آرزو پوری کی اور اس کے ہاں فرزند تولد ہوا۔ درویش سجدہ شکر بجالایا اور اپنی نذر پوری کی۔ کئی سال بعد جب میں شام کے سفر سے واپس آیا تو اس درویش کی ملاقات کے لیے اس کے محلے میں گیا۔ لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ تو قید خانے میں ہے۔ میں نے سبب پوچھا تو محلّہ داروں نے بتایا کہ اس کا لڑکا بڑا ہو کر بد قماش نکلا۔ اس نے شراب پی کر ایک آدمی کو قتل کر دیا ار شہر سے بھاگ گیا۔ پولیس باپ کو اس نالائق کے جرم کی پاداش میں پکڑ کر لے گئی اور آج ک طوق و سلاسل میں جکڑا ہوا قید خانے میں بد چلن بیٹے کی جان کو رو رہا ہے۔ میں بے اختیار "اللہ اکبر" پکار اٹھا اور کہا کہ یہ وہی بیٹا ہے جس کو شب و روز دعائیں کر کے اس نے اللہ سے مانگا تھا۔

(اے عاقل اگر عورتیں سانپ جنیں تو داناؤں کے نزدیک ان کا سانپ جننا اس سے بہتر ہے کہ نالائق اور بد چلن بیٹے جنیں)



حاسد کا منہ کالا

ایک بادشاہ کا وزیر بڑا نیک سیرت تھا اور بادشاہ کا انتہائی وفادار اور خیر خواہ تھا۔ وہ ہر کام میں پہلے رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتا اور پھر بادشاہ کے حکم کی تعمیل کو ہر چیز پر مقدم رکھتا تھا۔ بادشاہ اس کی خوبیوں کا دل سے قدر دان تھا اور یہ بات وزیر کے دشمنوں کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ وہ ہمیشہ ایسے موقع کی تاک میں رہتے تھے کہ نیک سرشت وزیر کو بادشاہ کی نظروں سے گرا سکیں۔ ایک دفعہ ان حاسدوں کو یہ خبر ملی کہ وزیر نے کئی لوگوں کو اس شرط پر روپے قرض دے رکھے ہیں کہ جب بادشاہ مر جائے گا تو یہ قرض ان سے وصول کیا جائے گا۔

ایک حاسد بادشاہ کے پاس گیا اور کہا کہ جہاں پناہ یہ وزیر آپ کا خیر خواہ نہیں ہے۔اس نے لوگوں کو اس شرط پر قرض دے رکھا ہے کہ آپ کے وفات پانے پر ان سے واپس لیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی موت کا خواہاں ہے۔ تاکہ آپ کے بعد لوگوں سے روپیہ واپس لے کر گھر کھڑے اڑائے''۔ بادشاہ نے وزیر کو طلب کیا اور یہ پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ وزیر نے دست بدست عرض کی کہ عالم پناہ یہ سچ ہے کہ میں نے اس شرط پر لوگوں کو روپے دیے ہوئے ہیں۔لیکن میں نے یہ بات خیر خواہی سے کی ہے بدخواہی سے نہیں۔میری غرض تو یہ ہے کہ بے چارے مقروض ہمیشہ آپ کی زندگی اور سلامتی کے لیے دعا کرتے رہیں تاکہ انہیں قرض واپس کرنے کی نوبت نہ آئے''۔



تلاش

ایک بادشاہ کو ایک مہم پیش آ گئی۔ اس نے منت مانگی کہ اگر میں اس مہم میں کامیاب ہوگیا تو اس قدر درم زاہدوں کو دوں گا۔ اللہ نے اس کی مراد پوری کر دی۔ تو اس نے منت کی رقم ایک خاص غلام کو دی اور حکم دیا کہ اسے زاہدوں کو بانٹ دو۔ یہ غلام بڑا عقل مند اور ہوشیار تھا۔ تمام دن گھومتا رہا اور شام کو واپس آ کر تمام رقم پوری کی پوری بادشاہ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ جہاں پناہ میں نے ہر چند ڈھونڈا لیکن مجھے کو زاہد نہیں ملا۔ بادشاہ نے کہا تو کیا بکتا ہے۔ میرے علم کے مطابق تو اس ملک میں چار سو سے کم زاہد نہ ہوں گے۔ غلام نے ہاتھ باندھ کر عرض کی عالم پناہ! جو زاہد ہے وہ تو لیتا نہیں جو لیتا ہے وہ زاہد نہیں۔ بادشاہ اس کا مطلب سمجھ گیا اور ہنس کر مصاحبوں سے کہنے لگا کہ مجھے درویشوں اور خدا پرستوں سے جس قدر عقیدت ہے اس مردود کو ان سے اتنا ہی بیر ہے لیکن کہتا سچ ہے۔

جو زاہد درم اور دینار لے لے اس سے بڑھ کر کوئی زاہد تلاش کر۔



اونٹ کا بچہ

اونٹ کے بچے نے اپنی ماں سے کہا کہ ''آج تم نے بہت سفر کیا ہے کچھ دیر کے لیے سو جاؤ''۔ اس نے کہا کہ ''اگر مہار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم مجھے اس قطار میں بوجھ کھینچتے ہوئے نہ دیکھتے''۔



چور اور گداگری

ایک چور نے ایک بھکاری سے کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ ایک جو چاندی کے لیے ہر رذیل اور کمینے کے ساتھ ہاتھ پھیلاتا ہے۔

اس نے کہا ''ایک رتی بھر چاندی کے لیے ہاتھ پھیلانا بہتر ہے کہ ذرا سا مال چرانے کے عوض اس کے ہاتھ دو ٹکڑے کر دیں''۔ (یعنی چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹ دیں)



روکھی روٹی بھی کوفتہ ہے

ایک بھوکا پیاسا درویش ایک ایسی جگہ پہنچا۔ جہاں کا مالک بڑا سخی اور اہل علم و فضل کا قدر دان تھا۔ بہت سے علماء و فضلاء اس کے دامن دولت سے وابستہ تھے اور سخی امیر کی قیام گاہ پر اکثر ان کی محفلیں جمتی تھیں۔ درویش کے آنے سے پہلے ہی ایک محفل وہاں جمی ہوئی تھی۔ وہ بے چارہ چپکے سے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اہل محفل میں سے این نے اس سے مذاق میں کہا کہ "میں آپ اصحاب کی طرح عالم و فاضل نہیں ہوں میری طرف سے تو بس ایک شعر سن لیجئے"۔ سب نے کہا شوق سے فرمایئے۔ اس نے کہا۔

"میں فاقہ زدہ روٹی کے دستر خوان کے پاس ایسا ہی ہوں جیسا کہ کوئی بدوں بیوی کا کوئی شخص عورتوں کے حمام کے دروازہ پر ہو"۔

وہ لوگ سمجھ گئے کہ یہ بیچارہ بھوکا ہے۔ فوراً اس کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا۔ اور جو کچھ حاضر تھا اس پر لاکر رکھ دیا گیا۔ درویش کھانے میں مشغول ہوا تو میزبان نے کہا اگر آپ تھوڑی دیر ٹھہر جائیں تو کیا اچھا ہو۔ میرے نوکر بھنے ہوئے کوفتے تیار کر رہے ہیں۔ درویش نے سر اٹھایا اور ہنس کر کہا (اگر میرے دستر خوان پر کوئی کوفتہ نہیں ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فاقہ زدہ تھکے ہوئے کے لیے تو روکھی روٹی بھی کوفتہ ہے)۔



غریب کی آہ

ایک ظالم کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جبراً غریبوں سے ارزاں نرخوں پر ایندھن خریدتا اور نفع کے ساتھ مالداروں کے ہاتھ فروخت کر ڈالتا۔ ایک صاحب دل نے اس سے کہا:

(زمین والوں پر ظلم و جبر نہ کرتا کہ آسمان پر کوئی بد دعا نہ کی جائے)

ظالم نے اس کی نصیحت کا برا مانا اور ناک بھوں چڑھا کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ کرنا خدا کا کہ ایک دن اس کے لکڑیوں کے ڈھیر میں آگ لگ گئی اور کا مکان جائداد مال اسباب سب کچھ جل کر تباہ ہو گیا۔ اتفاقاً وہی صاحب دل وہاں سے گزرا۔ اس وقت وہ ظالم اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا کہ نہ جانے یہ آگ کہاں سے آئی۔ صاحب دل نے کہا غریبوں کے دل کے دھوئیں سے۔



دعا

ایک درویش دعا میں کہہ رہا تھا کہ اے خدا بدوں پر رحمت کر اس لیے کہ نیکوں پر تو نے خود ہی (پہلے ہی) رحمت کی ہے کہ ان کو نیک پیدا کیا ہے۔



قیامت کا دن

میں نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ اے فرزند قیامت کے دن تجھ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے (دنیا میں) کیا کیا۔ یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تیرا نسب کیا ہے۔



دو درویش

شام کے بادشاہ الملک الصالح ایوبی کی عادت تھی کہ وہ رات کو بھیس بدل کر شہر کی گشت کیا کرتا تھا تاکہ لوگوں کے دکھ درد خود معلوم کر سکے۔ ایک رات وہ حسب معمول شہر میں گھوم رہا تھا کہ اس نے مسجد میں درویشوں کو دیکھا جو ایک کونے میں بیٹھے سردی سے ٹھٹھر رہے تھے اور بادشاہ کو کوس رہے تھے۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا ''یہ متکبر بادشاہ خود تو عیش کر رہا ہے اور ہم غریب زمانے کی سختیاں جھیل رہے ہیں اگر آخرت میں اس بادشاہ کو بہشت میں جگہ ملی تو میں بہشت پر اپنی قبر کو ترجیح دوں گا''۔ دوسرا کہنے لگا ''اگر ملک صالح بہشت کی دیوار کے قریب بھی آئے گا تو میں جوتے مار مار کر اس کا سر پھوڑ ڈالوں گا''۔ بادشاہ ان کی باتیں سن کر چپکے سے واپس آ گیا صبح ہوئی تو اس نے دونوں درویشوں کو دربار میں طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور پھر ان کو اتنا کچھ دیا کہ عمر بھر کے لیے فکر معاش سے آزاد ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے بادشاہ سے عرض کی ''جہاں پناہ ہم خادموں کا آپ کو کیا پسند آیا کہ اس قدر الطاف و اکرام کے مستحق ٹھہرائے گئے''۔ بادشاہ ہنس پڑا اور کہا:

''میں نے آج تم سے صلح کر لی ہے۔ امید ہے کل تم مجھ پر جنت کا دروازہ بند نہیں کرو گے''۔



برا نہ چاہو

ایک بادشاہ کا غلام بھاگ گیا۔ کچھ لوگوں نے اس کا تعاقب کیا اور گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ وزیر کو اس غلام سے دشمنی تھی۔ اس نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ غلام نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور کے حکم کے سامنے میرا سر خم ہے لیکن کیونکہ میں حضور کا نمک کھا کر پلا ہوں اس لیے نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن آپ پر میرے قتل ناحق کا الزام لگایا جائے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس وزیر کو مار ڈالوں پھر اس کے قصاص میں آپ مجھے قتل کر دیں۔ اس صورت میں میرا قتل جائز ہو گا۔ بادشاہ ہنس پڑا اور وزیر سے کہا اب تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا "جہاں پناہ میرے رائے میں یہ مناسب ہے کہ خدا کے لیے اپنے پدر بزرگوار کی قبر کے صدقے میں اس کو آزاد کر دیجیے تا کہ یہ مجھے کسی بلا میں نہ پھنسا دے۔

جب تو کسی دشمن پر تیز چلائے تو یہ جان لے کہ تو بھی اس کے نشانہ پر ہے۔



دردسر

ایک بادشاہ کی کوئی اولاد نہ تھی ۔اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے شہر میں داخل ہو۔تاج شاہی اس کے سر پر رکھ دیا جائے ۔دوسرے دن سب سے پہلے جو شخص شہر میں داخل ہوا وہ ایک خستہ حال بھکاری تھا۔جس کی ساری عمر بھیک مانگنے اور پیوند لگے کپڑے پہننے میں گزری تھی ۔امرائے حکومت نے مرحوم بادشاہ کی وصیت کے مطابق اسے اپنا بادشاہ بنا لیا اور قلعوں اور خزانوں کی چابیاں اس کے سپرد کر دیں ۔کچھ عرصہ تو نظام حکومت ٹھیک ٹھاک چلتا رہا۔پھر بعض امیروں کی سرکشی کی وجہ سے اس میں خلل پڑنا شروع ہو گیا اور ملک کا ایک حصہ اس کے قبضہ سے نکل گیا۔انہی دنوں اس کا ایک پرانا ساتھی سفر سے واپس آیا۔اپنے دوست کا شاہانہ کروفر دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ بخت نے تیری یاوری کی ہے اقبال و دولت نے تیری رہبری کی یہاں تک کہ تیرا پھول کانٹے سے اور کانٹا تیرے پیر سے نکل گیا۔بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ ''اے عزیز یہ مبارک باد دینے کا نہیں بلکہ ماتم پرسی کا موقع ہے۔جب میں تیرا ساتھی تھا اس وقت مجھے صرف ایک روٹی کی فکر ہوتی تھی اور رات کو چین سے سوتا تھا۔اب ایک جہان کی فکر ہے اور نہ دن کو چین ار نہ رات کو''۔



مردم شناسی

سلطان محمود غزنویؒ اپنے غلام ایاز پر اس قدر مہربان تھا کہ اسے اپنا وزیر بنالیا۔ دوسرے درباری حسد کے مارے انگاروں پر لوٹنے لگے اور ایاز کے خلاف طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ سلطان کے کان میں ان باتوں کی بھنک پڑی تو اس نے کہا کہ ان کو ایاز کی خوبیاں معلوم نہیں۔ چند دنوں بعد سلطان ایاز اور دوسرے ارکان دولت کے ساتھ کسی جگہ روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے موتیوں کا صندوق گھوڑے سے گرا دیا۔ صندوق ٹوٹ گیا اور سارے موتی زمین پر بکھر گئے۔ سلطان نے حکم دیا کہ "جس کا جی چاہے یہ موتی لوٹ لے۔ پھر وہاں سے فوراً اپنی سواری ہٹا دی تمام درباری موتیوں کو لوٹنے میں مشغول ہو گئے اور سلطان سے جدا ہو گئے لیکن ایاز نے موتیوں کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا اور سلطان کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اب ان حاسدوں کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ سلطان ایاز کو کیوں محبوب رکھتا ہے۔



شیر اور سیاہ خرگوش

سیاہ خرگوش سے کسی شیر نے پوچھا کہ ''تجھے شیر کے ساتھ رہنا کیوں پسند ہے''۔ اسنے کہا ''اس لیے کہ اس کا بچا کھچا شکار کھالیا کروں اور اس کی پناہ میں رہ کر دشمنوں کے شر سے بچا رہوں''۔

پوچھا کہ جب تو شیر کی پناہ میں آ گیا تو پھر اس کے نزدیک کیوں نہیں جاتا تا کہ وہ تجھے اپنے خواص اور مخلصین کے حلقہ میں داخل کر لے۔ اس نے جواب دیا کہ مُیں اس کی گرفت سے ڈرتا ہوں۔ داناؤں نے کہا ہے کہ بادشاہوں کی تلون مزاجی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ وہ کبھی تو سلام کرنے پر بگڑ جاتے ہیں اور کبھی گالی پر خلعت دے دیتے ہیں''۔



بدصورت بیوی اور اندھا خاوند

کہتے ہیں ایک فقیہہ کی لڑکی نہایت بدصورت تھی اور باوجود جہیز اور دولت کے کوئی اس سے نکاح کی خواہش نہ کرتا تھا۔ مجبوراً فقیہہ نے اس کا نکاح ایک اندھے سے کر دیا اور دونوں میاں بیوی ہنسی خوشی زندگی کے دن گزارنے لگے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ملک لنکا سے ایک باکمال طبیب وہاں وارد ہوا۔ اس کے علاج سے اندھے بھی بینا ہو جاتے تھے۔ لوگوں نے فقیہہ سے کہا آپ اپنے داماد کا علاج اس طبیب سے کیوں نہیں کروا لیتے اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ وہ بینا ہو گیا تو میری لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ بدصورت عورت کا شوہر اندھا ہی مناسب ہے''۔



برا پڑوسی

میں ایک مکان کی خریداری کے معاملہ میں متردد تھا۔ ایک یہودی نے کہا خرید لو۔ میں اس کے قریب ہی رہتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ میں نے کہا سوائے اس عیب کے کہ تو میرا پڑوسی ہوگا۔

جس گھر کا تجھ جیسا ہمسایہ ہے وہ کھوٹی چاندی کے دس درموں سے بھی سستا ہے۔



ایک پہلوان

ایک پہلوان مفلسی اور بے روزگاری سے سخت تنگ آ گیا تھا۔ بے چارے کا پیٹ تو بڑا تھا اور ہاتھ خالی۔ ایک دن اس نے اپنے باپ سے اپنی تنگ دستی کا شکوہ کر کے سفر پا جانے کی اجازت مانگی تو باپ نے کہا بیٹا سفر کا خیال محال دل سے نکال کہ دوست دوڑ دھوپ سے نہیں ملتی۔ حرص و ہوا کو چھوڑ اور بے فائدہ خیالات سے منہ موڑ کہ اسی میں آرام ہے۔

بیٹے نے کہا ابا جان داناؤں نے سفر کے بہت سے فائدے بتائے ہیں۔ دل کی تازگی، مال کا نفع، عجائبات دیکھنا، نادر باتوں کا سننا، شہروں کی سیر، دوستوں سے ملاقات، ادب اور رتبے کا حصول، نئے نئے لوگوں سے جان پہچان اور زمانے کا امتحان۔

باپ بولا بیٹا سفر کے فائدے تو جیسا کہ تم نے کہا ہے واقعی بے شمار ہیں مگر ایسا انہی لوگوں کو حاصل ہو سکتے ہیں جو سفر کے اہل ہوں۔ ان میں سب سے پہلے تو سوداگروں کا گروہ ہے کہ آج اس شہر میں ہیں تو رات فلاں میدان میں۔ یہ لوگ جہاں بھی جائیں دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

دوسرا عالموں کا گروہ ہے جو اپنی شیریں کلامی اور علم و فضل سے جہاں سے جہاں جائیں گے عزت و حرمت پائیں گے۔

تیسرا گروہ گویوں کا ہے جو اپنی لوچ دار آواز سے دریا کو بہنے اور پرندوں کو اڑنے سے روک سکتے ہیں۔ وہ بھی سفر میں عالم لوگ کا دل موہ لیتے ہیں۔

چوتھا دستکاروں کا فرقہ ہے جو اپنی محنت کی روٹی کماتا ہے اور بے آبروئی کے ساتھ لقمہ نہیں اٹھاتا۔

بیٹا جو شخص ان چاروں میں سے کوئی صفت نہ رکھتا ہو وہ سفر میں جا کر مصیبت اٹھاتا

ہے اور کوئی فائدہ نہیں پاتا۔

بیٹے نے کہا ابا جان عقل مندوں کا قول ہے کہ روزی چاہے قسمت میں ہو مگر اس کے حاصل کرنے کے لیے کوشش درکار ہے اور مصیبت بھی چاہے تقدیر میں ہو لیکن اس سے بچنے کی تدبیر مناسب بلکہ ضروری ہے۔

پس ایسی حالت میں کہ میں مست ہاتھی پر حملہ کرنے کی طاقت اور خوفناک شیر کا پنجہ توڑنے کی جرات رکھتا ہوں مجھے بھی سفر کرنا چاہیے کہ اسے زیادہ غربت اور مفلسی برداشت نہیں ہو سکتی۔

ان باتوں کے بعد پہلوان نے باپ سے کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کی اور گھر سے رخصت ہو کر چند دنوں کے بعد ایک ایسے دریا کے کنارے جا پہنچا جس کے پانی کا زور پتھروں کو لڑھکا تا تھا اور اس کی ہیبت ناک آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی۔

اس دریا کو عبور کرنے کے لیے عام مسافر تانبے چاندی کا کوئی سکہ ملاح کو دے کر کشتی میں سوار ہو رہے تھے مگر پہلوان کی جیب روپے پیسے سے خالی تھی۔ اس نے صرف منت ساجت سے کام لینا چاہا۔ مگر ملاح کب سنتے تھے۔ انہوں نے ہنستے ہوئے کشتی چلا دی۔

کشتی نکل جانے اور ملاح کے طعنے سے پہلوان کو غصہ آ گیا اور اس نے دل میں کچھ سوچ کر ملاح کو آواز دی "اس کپڑے کو جو میں پہنے ہوئے ہوں بطور اجرت چاہو تو مجھے کشتی میں بٹھا لو" اس پر لالچی ملاح کشتی واپس لے آیا۔

کشتی واپس آئی تو پہلوان نے ملاح کو گریبان سے پکڑ کر خشکی پر گھسیٹ لیا اور ایسا مارا کہ ادھ موا کر دیا۔ جب ملاح کا ساتھی امداد کو اترا تو پہلوان نے اسے بھی مزا چکھایا۔ آخر جب دونوں پٹ پٹا چکے تو انہوں نے یہ صلاح کی کہ اجرت پر خاک ڈالو اسے مفت ہی بٹھا لو۔ آئندہ جو کچھ ہو گا دیکھ لیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ دونوں ملاح پہلوان کی خوشامد کر کے اسے کشتی میں لے آئے اور کشتی چلتے چلتے اس ستون تک جا پہنچی جسے نیک دل داناؤں نے اس خطرناک دریا میں طوفان وغیرہ کے وقت مسافروں کی پناہ کے لیے بنوایا تھا۔

ستون کے قریب پہنچ کر ملاح نے آواز دی ''کشتی کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ اگر کوئی طاقت ور آدمی کشتی کا لنگر لے کر اس ستون پر جا کھڑا ہو تو ہم لوگ کشتی کی مرمت کر لیں''۔

بھولا بھالا پہلوان دشمن کے دھوکے میں آ گیا اور زور جوانی میں کشتی کا رسا لیے ہوئے بے دھڑک ستون پر چڑھ گیا۔ حالانکہ داناؤں کا قول ہے ''جس شخص کو تم ایک بار بھی رنجیدہ کر چکے ہو اس کے بعد چاہے سو بار آرام پہنچاؤ وہ کبھی دوست نہیں ہو سکتا جیسے تیر کا پھل تو نکال لیا جاتا ہے مگر نشان نہیں جاتا۔''

پس ملاحوں نے موقع پاتے ہی پہلوان کے ہاتھ سے رسا چھڑا کر کشتی چلا دی اور یہ بیچارہ مینار کے اوپر حیران و پریشان کھڑا رہ گیا۔

پہلوان کو دو دن رات اسی حالت میں گزر گئے۔ آخر تیسرے دن اس پر نیند نے غلبہ کیا تو آنکھ لگ گئی اور اسی حالت میں دھم سے دریا میں گر پڑا۔ زندگی باقی تھی کہ بہتا بہتا کنارے جا لگا۔ جب کچھ ہوش آیا تو آبادی کی تلاش شروع کی اور تھوڑی دو جا کر ایک ایسے گاؤں میں پہنچا جہاں لوگ کنوئیں کا پانی دام لے کر پلا رہے تھے۔ پہلوان کے پاس پیسے نہیں تھے اس نے رعب سے کام لینا چاہا اور جب انہوں نے رعب نہ مانا تو اس نے مکے بازی شروع کر دی مگر وہ گنتی میں زیادہ تھے۔ سب مل کر اس پر پل پڑے اور مار مار کر بھر کس نکال دیا۔

پہلوان یہاں سے مار کھا کر ایک قافلے کے پیچھے ہو لیا۔ یہ قافلہ ایک ایسے علاقے سے گزر رہا تھا جہاں ڈاکوؤں کا خطرہ تھا۔ پہلوان نے قافلے والوں کو دلاسا دیا کہ گھبرانے کی بات نہیں میں اکیلا ہی پچاس پر بھاری ہوں۔ وہ لوگ اس کی باتوں

میں آ گئے ار خوب مطمئن ہو کر خاطر تواضع کرنے لگے۔ پہلوان کو بھوک پیاس نے پہلے ہی ستا رکھا تھا۔منزل پر پہنچ کر اس نے ایسا پیٹ بھر کر کھایا اور اتنا پانی پیا کہ نیند آ گئی اور وہ پڑتے ہی سو گیا۔ اس کے سو جانے کے بعد قافلے میں ایک تجربہ کار بوڑھے نے کہا کہ دوستو ایک نقل مشہور ہے:

کسی غریب کے پاس کچھ روپے جمع ہو گئے تھے جن کی حفاظت کے لیے وہ رات بھر جاگتا رہتا تھا۔آخر روزمرہ کی بے خوابی سے تنگ آ کر اس نے ایک دوست کو اپنے یہاں سلانا شروع کیا کہ دونوں کے باری باری جاگنے سے رات کٹ جتایا کرے گی۔لیکن دوست کو جب روپوں کی خبر ہوئی تو ایک رات چپکے سے وہ تمام مال سمیٹ کر چلتا بنااور غریب نے مال جانے پر رونا پیٹنا شروع کر دیا۔محلے والوں نے اسکو روتے دیکھ کر پوچھا ''کیا تمھارے گھر چوری ہو گئی ہے؟'' اس نے کہا ''دوستو! مجھے چوروں نے نہیں محافظ نے لوٹ لیا ہے''۔

یہ نقل سنا کر بوڑھے میاں نے کہا ''عزیزو کیا معلوم ہے کہ یہ شخص بھی چوروں کا یار ہو اور قافلے میں اس لیے شامل ہو گیا ہو کہ انہیں اطلاع دے کر ہمیں لٹوا دے۔پس مناسب یہی ہے کہ ہم اپنا راستہ لیں اور اسے یہیں سوتا چھوڑ دیں''۔

قافلے والوں کو بوڑھے کی بات پسند آئی اور سب نے کوچ کی ٹھہرائی۔کیونکہ محبت کی جگہ ان کے دل میں پہلوان کی طرف سے دہشت بیٹھ گئی تھی۔قافلہ چل دیا اور پہلوان بے خبر سویا رہا۔یہاں تک کہ دن چڑھ آیا۔آخر دھوپ کی تیزی نے اسے گرما کر اٹھا دیا تو دیکھتا کیا ہے کہ قافلے کا کوسوں پتا نہیں۔جنگل ہے اور خدا کی ذات۔ اپنی تنہائی پر بہت سٹ پٹایا۔

پہلوان اس بے بسی پر رو رہا تھا کہ ایک شہزادے نے اسکی آواز سنی جو اتفاقاً سیر و شکار کے لیے وہاں آ گیا تھا۔شہزادے نے اس کی پاکیزہ صورت دیکھی تو دریافت کیا ''تم کہاں سے آئے ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟'' اس پر غریب نے ساری

داستان الف سے ے تک کہہ سنائی جسے سن کر شہزادے کو اور بھی رحم آ گیا اور کچھ روپے پیسے دے کر اپنے ملازموں کے ساتھ اس کے گھر بھجوا دیا۔

باپ نے بیٹے کو صحیح سلامت پہنچنے پر خدا کی جناب میں ہزار ہا سجدے کیے۔ رات کو پہلوان نے باپ کو اپنی سرگزشت سنائی اور کشتی پر ملاح سے جھگڑا مینار پر سے پانی میں گرنا، کنوئیں پر جاٹوں سے مار کھانا اور اہل قافلہ کی بے وفائی کے قصے سناتے سناتے صبح کر دی۔ اس پر باپ نے کہا بیٹا میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مفلسوں کا دست قوت اور پنجہ شجاعت بندھا ہوتا ہے۔

پہلوان نے کہا قبلہ و کعبہ جب تک رنج نہ اٹھائیں گنج تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ اور دانہ ہی نہ بوئیں تو خرمن کیسے اٹھا سکتے ہیں۔ اگر میں سفر کی زحمت نہ اٹھاتا تو یہ مال و دولت کیسے پاتا۔

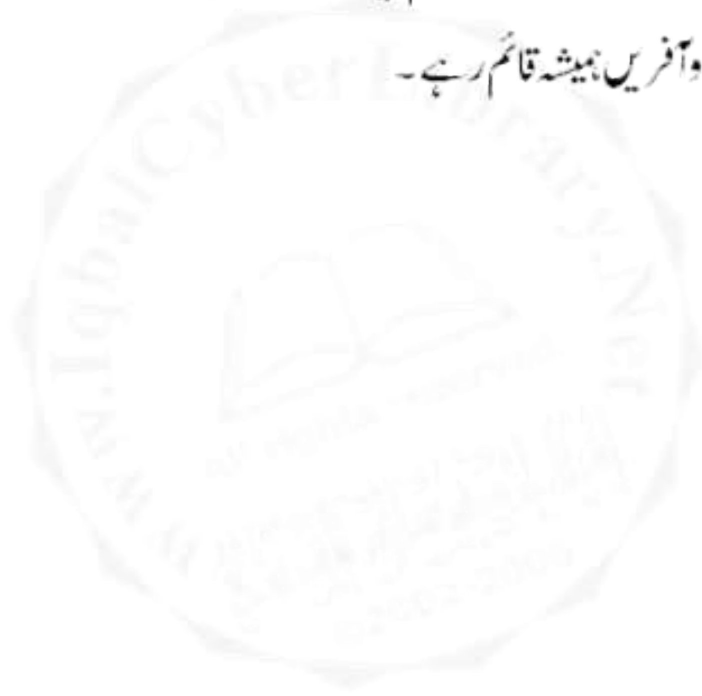
حکمت: چکی کا نچلا پاٹ نہیں چلتا۔ اسے لیے اسے مجبوراً اوپر والے کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔

باپ نے کہا بیٹا اس دفعہ تقدیر نے تمھاری یاوری کی اور اقبال نے امداد و رہبری کی کہ ایک فیاض شہزادہ خود بخود تمہارے پاس پہنچ گیا۔ جس کی مہربانی نے تمہاری شکستہ حالی آسودگی میں بدل دی۔ مگر ایسے اتفاق روز نہیں ہوا کرتے۔

مشہور ہے کہ کسی بادشاہ کی انگوٹھی میں ایک بیش قیمت نگینہ جڑا ہوا تھا۔ بادشاہ ایک دن شکار میں مصروف تھا کہ ساتھیوں کے نشانہ بازی کے امتحان کا خیال آیا ار اس نے اپنی قیمت انگوٹھی کو ایک گنبد پر ٹکا کر حکم دیا کہ سب لوگ چاند ماری کریں جس کا تیر انگوٹھی میں سے نکل جائے گا انگوٹھی اسی کو دے دی جائے گی۔

کہتے ہیں چار سو نامی تیر انداز بادشاہ کے ہمرکاب تھے۔ سب نے نشانہ لگایا لیکن ہر شخص کا نشانہ خطا گیا۔ ایک لڑکا جو کہیں آس پاس کوٹھے پر چڑھا چاروں طرف کھیل کے طور پر تیر پھینک رہا تھا اس نے جو انگوٹھی کو نشانہ بنا کر تیر پھینکا تو بے ساختہ پار نکل

گیا۔ جس پر بادشاہ نے انگوٹھی کے علاوہ انعام و خلعت سے بھی سرفراز فرمایا۔ لیکن دانا لڑکے نے انگوٹھی اور خلعت و انعام لینے کے بعد تیر و کمان کو آگ میں جلا دیا کہ آج کی تحسین و آفریں ہمیشہ قائم رہے۔





روٹی

میں نے ایک بدو کو دیکھا جو بصرہ کے جوہریوں کے درمیان بیٹھا ہوا بیان کر رہا تھا ''کہ ایک دفعہ میں صحرا میں راستہ بھول گیا۔ کھانے کی کوئی چیز میرے پاس نہ تھی میں نے سمجھ لیا کہ اب موت ہی مجھے اس صحرا کی بھول بھلیوں سے نجات دلائے گی۔ اس حالت میں مجھے موتیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی راستے میں پڑی ہوئی ملی۔ میں اس لطف و مسرت کو کبھی نہیں بھول سکوں گا جو مجھے اس احساس پر ہوئی کہ یہ بھنے ہوئے گیہوں ہیں پھر وہ تلخی اور مایوسی بھی مجھے ہمیشہ یاد رہے گی جو ان کے موتی معلوم ہونے پر مجھے ہوئی''۔



گناہ

ایک رات کا ذکر ہے کہ شہر بغداد میں آگ لگ گئی۔ یہ آگ اتنی خوفناک تھی کہ تقریباً آدھا شہر جل کر راکھ ہو گیا۔ جب آگ بجھی تو تباہ حال لوگوں نے اپنی آہ و فغاں سے آسمان سر پر اٹھالیا۔ لیکن دوسری طرف ایک دکاندار فرطِ مسرت سے بے خوف تھا اور اپنی دکان کے صحیح سلامت بچ جانے پر بار بار خدا کا شکر ادا کر رہا تھا۔ ایک جہاندیدہ نے اسے اس اظہار مسرت کرتے دیکھ کر کہا ''اے لالچی تیرا تو یہ حال ہے کہ تیری دکان بچی رہے پھر خواہ سارا شہر جل جائے۔ تیری بلا سے۔ کیا تجھے خدا کا ڈر نہیں کہ دوسروں کی مصیبت پر تیرا دل نہیں پسیجتا۔ تف ہے تیری اوقات پر کہ مصیبت زدوں کے آنسو پونچھنے کی بجائے اپنی سلامتی پر بغلیں بجا رہا ہے''۔

سنگدل کے علاوہ کون معدہ کو بھر سکتا ہے جبکہ یہ دیکھتا ہے کہ فاقہ زدہ لوگوں نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔



زبان دراز بیوی

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ میرا قیام دمشق میں رہا۔ ایک دفعہ اہل دمشق سے بیزار ہو کر شہر سے نکل گیا اور فلسطین کے جنگلوں (بیابان قدس) میں سکونت اختیار کر لی اور لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا۔ وہاں کے عیسائیوں نے مجھے پکڑ کر قید کر لیا اور پھر یہودی قیدیوں کے ساتھ مجھے طرابلس کی خندق کھودنے پر لگا دیا۔ مدت بعد حلب کا ایک رئیس جس نے میر جان پہچان تھی وہاں سے گزرا۔ اس نے مجھے پہچان لیا اور پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ میں نے کہا کیا بتاؤں میں آدمیوں کے پہاڑ اور جنگل کی طرف بھاگتا تھا کہ خدا کی عبادت کے لئے یکسوئی میسر ہو۔ لیکن اس وقت میری حالت کا اندازہ کرلو کہ یکسوئی چاہتے چاہتے جانوروں کے اصطبل میں آ پھنسا ہوں سچ پوچھو تو یگانوں کے سامنے قیدی بن کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ بیگانوں کے ساتھ باغ میں رہے''۔

رئیس کو میری حالت پر رحم آ گیا اور اس نے دس دینار دیکر مجھے فرنگیوں کی قید سے چھڑا لیا۔ پھر مجھے اپنے ساتھ حلب لے گیا۔ اس کی ایک بیٹی تا کتخدا تھی۔ اس نے سو دینار مہر پر میری شادی اس لڑکی سے کر دی۔ کچھ مدت وہاں گزری تھی کہ بیوی نے بدمزاجی اور زبان درازی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ میرا جینا دوبھر کر دیا۔ ایک بار اس نے مجھے طعنہ دیا کہ کیا تو وہی نہیں ہے جس کو میرے باپ نے دس دینار دے کر فرنگیوں کی قید سے چھڑایا تھا''۔

میں نے کہا ہاں بے شک میں وہی ہوں۔ دس دینار دے کر مجھے فرنگیوں کی قید سے چھڑایا اور سو دینار کے عوض تیرے ہاتھ گرفتار کروا دیا۔



اعتبار نہ کرو

ایک نجومی گھر آیا تو اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی کو بیٹھے دیکھا۔اس نے اجنبی کو گالی دی اور برا بھلا کہا۔پھر دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔شوروغل سن کر لوگ جمع ہو گئے ان میں سے ایک صاحب دل نے نجومی سے کہا:

''تجھے کیا معلوم کی آسمان کی بلندی پر کیا ہے جبکہ تجھے یہ علم بھی نہیں کہ تیرے گھر میں کون ہے''۔



دوستی

ایک درویش نے دنیا کو ترک کر کے جنگل کو اپنا مسکن بنالیا تھااور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کرتا تھا۔ ایک بادشاہ اس کی زیارت کو گیا اور منت کر کے اس کو شہر میں لے آیا۔ یہاں اس کو اعلی درجہ کے محل میں اتارا جس کے اردگرد نہایت عمدہ باغ تھا۔ پھر عقیدت مند بادشاہ نے اسکی خدمت کے لیے خوبصورت لونڈیوں اور غلام مقرر کیے اوراس کے کھانے اورلباس کا خاص اہتمام کیا۔ درویش نے اس فرحت بخش ماحول میں مرغن اورلذیذ غذائیں کھائیں اورنفیس لباس پہنا تو اس نے ایسا رنگ وروغن نکالا کہ ہیئت اورصورت ہی بدل گئی۔ اک دن بادشاہ قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا اور درویش کو آسودہ حال اور مطمئن دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا مجھ کو عالموں اور زاہدوں سے جس قدر محبت اورعقیدت ہے اتنی کسی اور گروہ سے نہیں۔ جہاندیدہ وزیر نے جواس کے ساتھ تھاعرض کی:

جہاں پناہ حقیقی دوستی تو یہ ہے کہ آپ ان دونوں گروہوں کے ساتھ بھلائی کریں اوروہ اس طرح ہوسکتی ہے کہ آپ عالموں کوروپیہ دیں تا کہ وہ اطمینان سے درس اور تصنیف میں مصروف رہیں اورزاہدوں کو کچھ نہ دیجیے تا کہ وہ زاہد رہ سکیں۔



نظر حقارت

ایک بادشاہ درویشوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ ایک درویش نے اس کی نظر حقارت کو بھانپ لیا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا "اے بادشاہ بے شک ہمارا گروہ تعداد میں تمہاری فوج سے بہت کم ہے لیکن ہم دنیا میں تم سے زیادہ خوش اور مطمئن ہیں۔ موت کے معاملہ میں تم اور ہم برابر ہیں اور آخرت میں انشاءاللہ تم سے بہتر ہوں گے"۔



جواب

ایک درویش خانقاہ کو چھوڑ کر مدرسہ میں چلا گیا۔ میں نے پوچھا کہ "تو نے عالم اور درویش میں کیا فرق دیکھا کہ تم نے زاہدوں کا مسلک چھوڑ کر اس کوچہ میں قدم رکھا ہے"۔ اس نے جواب دیا:

"درویش صرف اپنی گدڑی کو لہروں سے بچاتا ہے (یعنی اپنی ذات کو بچاتا ہے) اور عالم یہ چاہتا ہے کہ اپنے ساتھ ڈوبتوں کو بھی بچائے"۔



حسد

میں نے ایک خشک دماغ آدمی کو دیکھا جو ایک صاحب رتبہ کی عیب جوئی کر رہا تھا ۔ میں نے کہا کہ اے جناب اگر آپ بد بخت ہیں تو نیک انسان کا کیا قصور ہے؟



سزا

ایک بادشاہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کی گردن کو ایسا صدمہ پہنچا کہ اپنا سر ادھر ادھر نہیں گھما سکتا تھا۔ طبیبوں نے بہت زور مارا لیکن اس عجیب بیماری کا علاج کرنے میں ناکام رہے۔ اتفاق سے ایک یونانی طبیب وہاں آ گیا۔ اس نے بادشاہ کا علاج کیا اور اسے صحت ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ طبیب دوبارہ بادشاہ کو ملنے آیا۔ احسان فراموش بادشاہ نے اس کی طرف کچھ التفات نہ کیا۔ طبیب وہاں سے رنجیدہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے روز بادشاہ کو کسی بوٹی کا بیج بھیجا کہ انگیٹھی پر ڈال کر اس کی دھونی لو تا کہ بیماری عود کر نہ آئے۔ بادشاہ نے اس کی دھونی لی تو اس کو ایک چھینک آئی اور اس کی گردن جیسی چوٹ لگنے پر ہوئی گئی تھی ویسی ہی پھر ہو گئی۔ بادشاہ اب سخت پشیمان ہوا اور اس نے ہر طرف آدمی دوڑائے کہ طبیب کو ڈھونڈ کر لائیں تا کہ وہ اس سے معافی مانگے لیکن سب تلاش کرنے والے تھک ہار کر واپس آ گئے۔ کسی کو طبیب کا سراغ نہ ملا۔ بدبخت بادشاہ اب دن رات اپنے آپ کو کوستا تھا لیکن اس سے کیا ہوتا تھا۔



تصوف

ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ "تصوف کی حقیقت کیا ہے"۔ انہوں نے کہا کہ "اب سے پہلے ایک جماعت ہوتی تھی جن کی صورت پراگندہ اور دل مطمئن ہوتا تھا اور اب ایک مخلوق ہے جس کا ظاہر مطمئن اور دل پراگندہ ہے"۔

جب تیرا دل ہر وقت بھٹکتا رہے تو خلوت میں بھی اپنے باطن کو صاف پائے گا اور اگر مال اور مرتبہ اور کھیتی اور تجارت کا مالک ہونے کے باوجود تیرا دل خدا سے لگا ہے تو سمجھ لے تو خلوت نشین ہے۔



دکھ سکھ، عزت اور ذلت

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شام کے ایک شہر میں کہرام بپا ہو گیا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا ایک سپاہی ایک پارسا کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ میں اس مرد حق کو قید خانے میں ملنے گیا۔ تو دیکھا کہ وہ نہایت اطمینان سے وہاں بیٹھا ہے اور اس کے چہرے پر ملال یا تردد کا نام و نشان تک نہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ اس قدر مطمئن کیوں ہیں؟ اس نے کہا:

خواہ عزت اور مرتبہ ہو یا ذلت اور قید میں اسے اللہ کی طرف سے سمجھتا ہوں نہ کہ عمر و زید کی طرف سے۔ محبوب کے ہاتھ سے جو ملے کھالو کیونکہ بیمار طبیب سے زیادہ دانا نہیں ہوتا۔



شکل وصورت

ایک شخص کا رنگ سیاہ تھا۔ ایک دن کسی نے اس کی سیاہ رنگت پر پھبتی کسی ۔ اس نے اسے ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ کہا کہ ''میں نے اپنی صورت خود نہیں بنائی ہے تو اسے میرا عیب گن رہا ہے گویا میں نے کوئی برا کام کیا ہے تجھے میری بدصورتی سے کیا مطلب آخر برے اور اچھے نقش بنانے والا میں تو نہیں ہوں''۔



عفوودرگزر

''ایک شرابی نشہ کی حالت میں مسجد کے حجرے میں گھس گیا اور رو رو کر دعا مانگنے لگا کہ اے پروردگار مجھے بہشت میں لے جانا۔ مسجد کے موذن نے اس کا گریبان پکڑ کر کہا کہ ''اے ناپاک کتے مسجد میں تیرا کیا کام ہے تو نے کونسی نیکی کی ہے کہ بہشت کا طلب گار ہے''۔ شرابی رو پڑا اور کہا ''کیا تجھے اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ ایک گنہگار اللہ کے لطف و کرم کا امیدوار ہو۔ میں تجھ سے تو مغفرت نہیں چاہتا۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اور خدا دستگیر ہے۔ مجھ کو تو شرم آتی ہے کہ میں رب کریم کے عفو کے مقابلہ میں اپنے گناہ کو بڑا سمجھوں''۔



اللہ کے سامنے

ایک نیک آدمی ایک بدکار شخص کے پاس سے گزرا۔ وہ نیک آدمی کے پاؤں کو لپٹ گیا اور کہنے لگا "آپ جیسے نیک آدمی سے مجھے بہت شرم آتی ہے"۔ اس روشن ضمیر نے خشم ناک ہو کر کہا کہ "اے جوان تجھے اپنے آپ سے شرم نہیں آتی کہ اللہ موجود ہے اور مجھ سے شرما رہا ہے۔ تجھے کسی شخص سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جا بس خدا کی طرف دھیان لگا۔"

اپنے پروردگار سے اس طرح شرما جس طرح تجھے اپنے اور بیگانے سے شرم آتی ہے۔



نصیحت

ایک دفعہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا غصے میں بھرا ہوا باپ کے پاس آیا اور کہا کہ ''فلاں سپاہی کے لڑکے نے مجھے ماں کی گالی دی ہے''۔ ہارون الرشید نے ارکان دولت سے پوچھا کہ ''ایسے آدمی کو کیا سزا ملنی چاہیے''۔ ایک نے زبان کاٹنے کی رائے دی اور دوسرے نے جائیداد کی ضبطی اور ملک بدر کرنے کی سزا تجویز کی اور انے اس کے قتل کا مشورہ دیا۔ ہارون الرشید کے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا ''اے بیٹے تو اگر اسے معاف کر دے تو تیری مہربانی ہے اور اگر نہیں کر سکتا تو تو بھی اس کو ماں کی گالی دے لے۔ لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا ورنہ پھر تیری طرف سے ظلم ہو گا اور دوسرے کی طرف دعویٰ''۔

عقل مند کے نزدیک مرد وہ نہیں ہے جو مست ہاتھی سے لڑے۔ ہاں تحقیق کی رو سے مرد وہ ہے کہ جب اس کو غصہ آئے تو وہ واہی تباہی نہ بکے۔



عابد اور کھوپڑی

ایک دفعہ دریائے دجلہ کے کنارے عبادت میں مشغول تھا کہ ایک کھوپڑی پانی میں بہتی ہوئی کنارے کے نزدیک آ گئی۔ اس سے آواز آئی کہ "اے مرد خدا میری طرف دیکھ کبھی میں ایک بادشاہ کے سر پر غرور تھی، جس کی شان و شوکت کا ڈنکا بجتا تھا اور فتح و نصرت جس کے قدم چومتی تھی۔ اس نے عراق پر یلغار کی اور قابض ہو گیا۔ پھر کربان پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا کہ اچانک موت نے دبوچ لیا اور اس کے سر پر غرور کو کیڑے کھا گئے۔ اب میری طرف دیکھ اور عبرت حاصل کر"۔



نیک نام

سلطان قزل ارسلان سلجوقی کے پاس ایک زبردست قلعہ تھا۔ جو پہاڑوں کے بیچوں بیچ ایسے محفوظ مقام پر واقع تھا کہ خواہ کیسا ہی دشمن حملہ کرے اس کو سر نہ کر سکتا تھا۔ اس قلعہ کے اندازہ پانی کے چشمے جاری تھے اور سرسبز باغ لہلہاتے تھیل۔ اس میں مقیم لشکر سال ہا سال تک اپنی ضرورتیں خود پوری کر سکتا تھا اور باہر سے کسی امداد کا محتاج نہ تھا۔ سلطان کو اس قلعہ پر بڑا ناز تھا۔ ایک دن سلطان کے دربار میں لوگ اس قلعہ کی تعریفیں کر رہے تھے کہ ایک صاحب دل وہاں آ گیا۔ اسنے لوگوں کی باتیں سنیں تو ہنس کر کہا "بادشاہ سلامت یہ قلعہ مبارک ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ اتنا مضبوط ہے کہ آپ کی حفاظت کر سکے۔ اس قلعہ میں آپ جیسے بہت آئے اور چند دن ٹھہر کر رخصت ہوئے۔ اس قلعہ پر بھروسا کرنے کی بجائے خدا کے کرم پر بھروسا کیجیے۔ اینٹ ارو پتھر کا قلعہ ایک دن فنا ہو جائے گا۔ ہاں اگر کچھ باقی رہ جائے گا تو وہ آپ کا نیک نام ہو گا۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی کیجیے اور یاد رکھیے کہ نیک نام ایسا مضبوط قلعہ ہے جو ہمیشہ آپ کے کام آئے گا"۔

ہوشیار انسان کے نزدیک دنیا تنکا ہے کہ ہر زمانہ میں دوسرے کی جگہ ہے۔



حسد کا علاج

ایک دفعہ میں نے ایک سپاہی کے نوخیز فرزند کو دیکھا کہ کمال درجے کا ذہین اور فطین تھا، بچپن ہی سے بڑائی کے آثار اس کی پیشانی پر تھے۔

اس کے سر پر ہوشمندی کی وجہ سے بڑائی کا ستارہ چمک رہا تھا۔ بادشاہ نے اس کی غیر معمولی ذہانت اور فراست کا چرچا سنا تو اس کو اپنے دربار میں ایک اعلیٰ مرتبہ پر فائز کر دیا۔ دوسرے درباری اس سے حسد کرنے لگے اور بادشاہ کی نظروں سے اس کو گرانے کے لیے ایک دن اس پر خیانت کی تہمت لگا دی لیکن جب دوست مہربان ہو تو دشمن کیا کر سکتا ہے۔

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ ''یہ لوگ تم سے ناراض کیوں ہیں؟'' نوجوان نے عرض کی کہ ''جہاں پناہ جب سے یہ غلام آپ کے زیر سایہ آیا ہے میں نے ہر شخص کو راضی کر لیا ہے۔ البتہ حاسدوں کو میں خوش نہ کر سکا۔ کیوں کہ ان کا دل تو اسی وقت ٹھنڈا ہو سکتا ہے جب حضور مجھے ذلیل کر کے اپنے در سے دھتکار دیں''۔

میں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ کسی آدمی کی دل آزاری نہ کروں۔ لیکن حاسد کا کیا کروں وہ تو یوں ہی جل رہا ہے۔ اے حاسد تو مر جا کہ یہی جلنا کڑھنا تو ایسا ہے کہ اس کی تکلیف سے صرف موت ہی تجھے نجات دلا سکتی ہے۔



آخرت کی فکر کرو

ملک روم کا ایک بادشاہ ایک دمعہ دشمنوں کی یورش سے سخت شکستہ دل اور پریشان ہوگیا۔اس نے ایک نیک نہاد عالم کے سامنے اپنی پریشانیوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ''مولانا دشمن نے ایک قلعہ اور شہر کے علاوہ کوئی چیز میرے پاس نہیں چھوڑی میں نے بہت کوشش کی کہ کھوئے ہوئے علاقے دشمن سے چھین لوں لیکن افسوس کہ میری کوئی تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔اب دن رات مجھے یہ غم کھائے جارہا ہے کہ میرے بعد میرے فرزند کا کیا حال ہوگا''۔

دانا عالم نے برہم ہوکر کہا'' آپ اپنی فکر کیجیے جو آپ کے بعد آئے گا وہ اپنی فکر خود کرے گا۔آپ اپنی عمر کا بہترین حصہ گزار چکے ہیں اب تو آخرت کی فکر کرنے کا وقت ہے۔ ملک و دولت سب فانی ہیں۔ہاں جو نیک نام چھوڑ مرا اس نے ابدی زندگی حاصل کرلی''۔

غلہ اٹھاتے وقت تجھے پتہ چل جائے گا کہ بیج نہ بونا کتنی غفلت ہوتی ہے۔



ظالم

ایک ظالم بادشاہ نے ایک پارسا سے پوچھا کہ ''کون سی عبادت سب سے افضل ہے''۔اس نے جواب دیا ''تمھارے لیے دوپہر کی نیند تاکہ مخلوق خدا کچھ دیر کے لیے تو تیرے ظلم سے بچی رہے''۔

ایک ظالم کو میں نے دوپہر کے وقت سویا دیکھا۔میں نے کہا کہ ''یہ فتنہ ہے اچھا ہے سویا ہوا ہے۔جس شخص کی نیند اس کے جاگنے سے بہتر ہو ایسے نا ہنجار کا مر جانا بہتر''۔



ظالم بادشاہ

عجم کا ایک بادشاہ بڑا ظالم تھا رعیت پر طرح طرح کی سختیاں کرتا تھا اور بے شمار لوگوں کو قید میں ڈال رکھا تھا۔ایک دفعہ اس کے بدن پر ایک موذی پھوڑا نکل آیا جو کسی طرح ٹھیک ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔اس کی تکلیف سے بادشاہ سوکھ کر کانٹا بن گیا۔ ایک درباری نے اس کو بتایا کہ "جہاں پناہ اس شہر میں ایک خدا رسیدہ بزرگ ہیں ان کی دعا سے بگڑے کام بن جاتے ہیں۔اگر آپ ان سے دعا کرائیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا"۔بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا اور دعا کے درخواست کی۔ انہوں نے بادشاہ کو خشمناک ہو کر کہا" کہ اے بادشاہ میری دعا تیرے لیے کب مفید ہو گی جب کہ بے گناہ لوگ تیرے ہاتھوں قید و بند کی سختیاں جھیل رہے ہیں اور ان کی بد دعائیں تیرا پیچھا کر رہی ہیں۔جب تک تو ان مظلوموں پر رحم نہیں کرے گا خدا تجھ پر رحم نہیں کرے گا"۔بادشاہ پر بزرگ کی باتوں کا ایسا اثر ہوا اور اس نے حکم دیا کہ سب قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔جب سب لوگ رہا ہو گئے تو اللہ کے اس نیک بندے نے بارگاہ الٰہی میں نہایت عاجزی سے دعا کی کہ الٰہی تو نے اس کو نافرمانی میں پکڑا اب اس نے اطاعت اختیار کی ہے تو تو بھی اس پر رحم فرما۔ابھی ان کی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کو شفا دے دی۔اس نے حکم دیا کہ "ان کے سر پر زر و جواہر نچھاور کیے جائیں"۔بزرگ نے زر و جواہر پر ٹھوکر مار کر کہا کہ "اے بادشاہ مجھے ان کی حاجت نہیں ہے۔ہاں تو پھر ایسے کام نہ کرنا کہ یہ بیماری عود کر آئے۔ جب تو ایک بار گرا ہے تو اب قدم جما کر رکھ کہ دوبارہ نہ پھسلے"۔سعدی سے سن لے یہ سچی بات ہے ہر کوئی گر کر ہر مرتبہ نہیں اٹھتا ہے۔



دو بھائیوں کی سرگزشت

ایک بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ اس نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت نہایت اعلیٰ پیانہ پر کی یہاں تک کہ دونوں ہر قسم کے علوم وفنون میں طاق ہو گئے۔ بادشاہ کا جی دونوں بیٹوں کی طرف سے ٹھنڈا تھا۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے ملک کو دونوں بیٹوں میں برابر تقسیم کر دیا اور وصیت کی کہ "میرے بچو میرے بعد اتفاق سے رہنا میں نے فساد کی جڑ کاٹ دی ہے"۔ دونوں بھائیوں نے اپنا اپنا علاقہ سنبھال لیا اور حکومت کرنے لگے۔ ایک بھائی نہایت عقل مند، سخی اور منصف مزاج تھا۔ اسنے محتاجوں کے لیے لنگر جاری کیے۔ مسافر خانے بنوائے۔ سرکاری محاصل میں رعایت کی اور رفاہ عامہ کے بے شمار کام کیے یہاں تک کہ رعایا نہایت آسودہ حال ہوگئی۔ اپنی خوش تدبیری اور حسن اخلاق کی بدولت وہ ایسا نیک نام اور ہر دل عزیز ہوا کہ نہ صرف اپنی رعایا اور فوج اس پر جان چھڑکتی تھی بلکہ اردگرد کے ممالک کے لوگ بھی اس کی سلطنت میں شامل ہونے کے آرزومند تھے۔ دوسرا بھائی لالچی اور ظالم نکلا۔ اس نے کاشتکاروں پر لگان بڑھا دیا۔ سامان تجارت پر طرح طرح کے محصول لگا دیے اور روپیہ جمع کرنے کی دھن میں رعایا کو ستانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ تھوڑی ہی مدت مین لوگ اس سے تنگ آ گئے اور ملک سے بھاگنے لگے۔ نہ تجارت کی گرم بازاری رہی اور نہ کھیتوں میں سبزہ۔ ملک کی ویرانی کے ساتھ بادشاہ کا خزانہ بھی خالی ہو گیا اور نظام حکومت بگڑ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر دشمن اس پر چڑھ دوڑے۔ اس کی فوج پہلے ہی بد دل تھی مقابلہ کیا کرتی۔ دشمن نے آناً فاناً اسے مغلوب کر لیا اور اس طرح وہ اپنی بد تدبیری اور عاقبت نا اندیشی کی بدولت ملک اپنے ہاتھ سے گنوا بیٹھا۔

☆☆☆

ایک بزرگ

حجاج بن یوسف ثقفی کے عہد حکومت میں ایک خدا رسیدہ بزرگ بغداد میں وارد ہوئے۔ حجاج نے ان کی دعاؤں کے مقبول ہونے کا چرچا سنا تو ان کو بلا بھیجا اور کہا کہ" آپ میرے حق میں دعائے خیر کیجیے" انہوں نے دعا مانگی کہ "الٰہی اس کو موت دے" حجاج نے کہا "حضرت یہ آپ کیسی دعا مانگ رہے ہیں" انھوں نے فرمایا کہ یہی دعا تیرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے بہتر ہے۔

اے زبردستیوں کو ستانے والے زبردست تیرے ظلم و جور کا بازار کب تک گرم رہے گا۔ بادشاہت تیرے کس کام آئے گی۔ تیرا مرنا ہی بہتر ہے کہ تو مخلوق کو ستاتا ہے۔



اللہ کے نام

ایک حق گو نے کسریٰ (شاہ ایران) سے کہا کہ "اے جمشید کے **ملک** کے وارث! اگر **ملک** اور دولت دوام حاصل ہوتا تو جمشید کی سلطنت ہمیشہ رہتی اور تو اس کا وارث نہ بنتا۔ اگر قارون کا خزانہ بھی تیرے ہاتھ لگ جائے تو وہ بھی نہ رہے گا۔ ہاں جو اللہ کے نام پر بخشے گا وہ تو اپنے ساتھ لے جائے گا اور وہی آخرت میں تیرے کام آئے گا"۔



خوب سیرتی

ایک بادشاہ کے کئی لڑکے تھے۔ ان میں سے ایک شہزادہ پست قامت اور معمولی شکل وصورت کا تھا اور اس کے دوسرے بھائی قد آور اور وجیہہ تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے کم رو فرزند کو نفرت اور حقارت سے دیکھا۔ شہزادہ اپنی خداداد فراست سے باپ کے رویے کا مطلب سمجھ گیا۔ اس نے کہا ”ابا جان چھوٹے قد والا شخص عقل مند بلند قامت احمق سے بہتر ہے جو چیز قد و قامت میں چھوٹی ہے ہوسکتا ہے کہ وہ قیمت میں زیادہ ہو۔ جیسا کہ الشاۃ نظیفۃ والفیل جیفہ (بکری حلال ہے اور ہاتھی حرام ہے)

باپ ہنس پڑا اور سلطنت کے امراء و وزراء نے اس خیال کو پسند کیا۔ البتہ اس کے بھائی اس بات پر بہت رنجیدہ ہوئے۔

اس واقعہ کے چند روز بعد ایک طاقتور دشمن نے بادشاہ پر چڑھائی کر دی۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور لڑائی کے لیے پر تولے تو سب سے پہلا شخص جو میدان رزم میں آیا وہ وہی پستہ قد شہزادہ تھا۔ اس وقت وہ یہ کہہ رہا تھا۔

میں وہ نہیں ہوں کہ لڑائی کے دن تو مجھے بھاگتے ہوئے دیکھے۔ میں تو وہ ہوں کہ جس کے سر کو تو خاک اور خون میں لتھڑا ہوا پائے گا۔ جو شخص جنگ لاتا ہے وہ اپنے خون سے کھیلتا ہے اور جو میدان سے بھاگتا ہے وہ اپنی فوج کے خون سے کھیلتا ہے۔

یہ شہزادہ دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑا اور اس کے کئی بہادروں کو مار گرایا۔ جب باپ کے پاس واپس آیا تو زمین بوس ہو کر کہا کہ ”آپ نے جب تک میرے ہنر کو اچھی طرح سے دیکھ نہ لیا مجھے حقیر جانا۔ سچ تو یہ ہے کہ دبلا پتلا سبک رفتار گھوڑا لڑائی کے دن کام آتا ہے نہ کہ موٹا تازہ بیل“۔ کہتے ہیں کہ دشمن کی فوج بہت زیادہ تھی۔ اس کے مقابلے میں بادشاہ کی فوج بہت کم تھی۔ ایک گروہ اپنی کم تعداد کو دیکھ کر جی چھوڑ

بیٹھا اور اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ بہادر شہزادہ ان کے تیور بھانپ گیا اور اس نے للکار کر کہا ''اے بہادرو ہمت سے کام لو اور عورتوں کا لباس مت بنو''۔

شہزادے کے جوش دلانے پر سواروں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے مرنے مارنے کا تہیہ کر کے دشمن پر بڑے زور کا حملہ کیا۔ دشمن اس ہولناک یلغار کا مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ بادشاہ نے فرطِ مسرت سے شہزادے کے سر آنکھوں کو چوما گلے سے لگایا اور اس کے بعد اس پر بے حد مہربان ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسے اپنا ولی عہد نامزد کر دیا۔ اس کے بھائیوں کو حسد پیدا ہو گیا اور ایک دن موقع پا کر اس کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ شہزادے کی بہن نے کھڑکی سے یہ حرکت دیکھ لی۔ شہزادے نے جوں ہی زہر آلود کھانے کا لقمہ اٹھایا۔ اس نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا ۔شہزادہ متنبہ ہو گیا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا ''یہ مشکل ہے کہ اہل ہنر مر جائیں اور بے ہنر ان کی جگہ لے لیں''۔

(اگر ہما دنیا سے معدوم ہو جائے تو پھر بھی کوئی شخص الو کے سائے تلے نہیں آئے گا)

بادشاہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے حاسد بھائیوں کو طلب کیا اور انہیں مناسب سزا دی۔ پھر ہر ایک کے لیے آس پاس کے علاقوں میں سے ان کی مرضی کے مطابق حصہ مقرر کر دیا تاکہ فساد کی جڑ کٹ جائے اور جھگڑے کا احتمال نہ رہے کیوں کہ داناؤں کا قول ہے کہ ''دس درویش ایک گدڑی میں سو سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں سما سکتے''۔



چرواہا

کہتے ہیں ایران کا بادشاہ دارا ایک دفعہ شکار کھیلتے ہوئے اپنے لشکر سے بچھڑ گیا۔ اس اثناء میں اس نے دیکھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا اس کی طرف آ رہا ہے۔ دارا سمجھا کہ یہ کوئی دشمن ہے۔ اس نے فوراً تیر کمان میں جوڑ کر اس آدمی کا نشانہ باندھ لیا۔ وہ شخص خوف زدہ ہو کر چلایا کہ "جہاں پناہ میں ہوں"۔ بادشاہ نے کمان ہاتھ سے رکھ دی اور ہنس کر کہنے لگا "اے بیوقوف اگر آج فرشتۂ غیب تیری مدد نہ کرتا تو تیری موت میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی"۔ چرواہے نے ہاتھ جوڑ کر کہا بادشاہ سلامت اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں دارا نے کہا کہو کیا کہتے ہو۔

چرواہے نے کہا "حضور ساری رعیت کے رکھوالے ہیں۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ آپ دوست اور دشمن میں تمیز نہ کر سکے۔ آپ نے مجھے بارہا دربار میں دیکھا ہے اور مجھ سے گھوڑوں اور چراگاہ کے حالات دریافت کیے ہیں۔ اس وقت حضور کی پابوسی کے لیے آپ کی طرف بڑھا تو ل آپ نے مجھے دشمن سمجھ لیا۔ حالانکہ مجھ جیسا غریب چرواہا اپنے گلے کے بے شمار گھوڑوں میں سے ایک ایک کو پہچانتا ہے۔ خداوند آپ جس گھوڑے کے پیش کرنے کا حکم دیں اس پل بھر میں حاضر کر دوں گا۔ عالم پناہ جہاں بانی کی شرط تو یہ ہے کہ آپ اپنے ہر ماتحت کو پہچانیں کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے۔ میں گھوڑوں کا رکھوالا ہوں آپ رعیت کے رکھوالے۔ جس طرح میں فہم و فراست سے اپنے ریوڑ کو قائم رکھتا ہوں اسی طرح آپ بھی اپنے گلے کو قائم رکھیے"۔

اس سلطنت کے زوال کا خدشہ ہے جہاں بادشاہ کی تدبیر چرواہے سے بھی کم ہو۔



بری فطرت

ایک دفعہ عرب میں راہزنوں کے ایک گروہ نے پہاڑ کی چوٹی پر محفوظ جائے پناہ بنا لی تھی اور وقتاً فوقتاً وہاں سے نکل کر شہروں اور قافلوں پر چھاپے مارتے تھے۔ بادشاہ نے ان کے استیصال کی بہت کوشش کی لیکن اس میں چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک سراغرساں کے خبر دینے پر شاہی لشکر نے راہزنوں کے گڑھ پر اس وقت چھاپہ مارا جبکہ ایک ڈاکہ سے واپس آ کر انہوں نے ہتھیار رکھ دیے تھے اور خواب راحت کے مزے لے رہے تھے۔ شاہی فوج نے تمام ڈاکوؤں کو پابہ زنجیر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے سب کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ ان ڈاکوؤں میں ایک سبزہ خط نوجوان بھی شامل تھا۔ ایک وزیر کو اس کی جوانی پر رحم آ گیا اور اس نے بادشاہ سے سفارش کی کی اس نوجوان نے ابھی دنیا کا سرد و گرم نہیں چکھا اس کی جان بخشی فرمائی جائے۔ بادشاہ کو وزیر کی سفارش ناگوار گزری۔ اس نے برہم ہو کر کہا۔

''جس کی بنیاد بری ہو وہ نیکیوں کا اثر قبول نہیں کرتا۔ نا اہل کی تربیت کرنا ایسا ہے جیسا گنبد پر اخروٹ رکھنا''۔

افعی کشتن و بچہ اسش نگاہ داشتن کار خرمنداں نیست۔ سانپ کو مارنا اور اس کے بچے کی حفاظت کرنا عقل مندوں کا کام نہیں۔

وزیر نے عرض کی کہ ''جہاں پناہ درست فرماتے ہیں لیکن میرا خیال ہے جلکہ یہ ابھی بچہ ہے اس کی طبیعت ابھی بدی نے جڑ نہیں پکڑی اگر نیکوں کی صحبت میں رہے تو امید ہے کہ ان کا اثر قبول کر لے گا۔

(سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد)

اصحاب کہف کے کتے نے چند روز نیکوں کی صحبت اختیار کی آدمی بن گیا۔

کچھ دوسرے درباری بھی وزیر کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ آخر بادشاہ نے ان

سب کی سفارش سے مجبور ہو کر بادل نخواستہ اس نوجوان کو چھوڑ دیا۔ وزیر اس لڑکے کو گھر لے گیا اور بڑے نازونعمت سے اس کی پرورش کی۔ کئی عالم و فاضل استاد اس کی تعلیم کے لیے مقرر کیے یہاں تک کہ چند سال میں وہ نہایت شائستہ اور مہذب بن گیا۔ ایک مرتبہ وزیر نے بادشاہ کے سامنے اس کی لیاقت اور عمدہ اخلاق کا ذکر کیا تو بادشاہ مسکرا دیا اور کہا۔

بھیڑیے کا بچہ آخر میں بھیڑیا ہی بنتا ہے خواہ وہ انسانوں میں پل کر بڑا ہوا ہو۔

اس بات کو دو ہی سال گزرے تھے کہ اس نوجوان نے محلے کے چند اوباشوں سے دوستی کر لی اور اس کی بدفطرتی عود کر آئی۔ ایک دن وزیر اور اس کے دونوں لڑکوں کو قتل کر دیا اور بے اندازہ دولت سمیٹ کر دوبارہ ڈاکوؤں میں جا ملا۔ اور اسی راہزنوں کی گھاٹی کو اپنا مسکن بنالیا۔

بادشاہ کو خبر ملی تو اسنے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

''برے لوہے سے عمدہ تلوار کوئی کیسے بنا سکتا ہے۔ اے عقل مند سکھانے پڑھانے سے کوئی بداصل انسان نہیں بن سکتا''۔

بارش جس کی طبیعت پاکیزہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ باغ میں گل لالہ کھلاتی اور شور زمین میں جھاڑ۔



حق گو درویش

ایک درویش نے بادشاہ کے سامنے کوئی سچی بات کہہ دی۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ اس درویش کے ایک دوست نے اسے کہا کہ ''بادشاہ کے سامنے یہ بات کہنی مناسب نہ تھی''۔ درویش نے جواب دیا کہ ''حق بات کہنا عبادت ہے۔ میں قید و بند سے نہیں ڈرتا کیونکہ یہ تھوڑی دیر کے لیے ہے''۔ کسی نے بادشاہ سے جا کر کہا کہ ''درویش کہتا ہے کہ میری قید و بند تھوڑی دیر کے لیے ہے''۔ بادشاہ نے طنز سے ہنس کر کہا کہ ''اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ اب موت ہی اس کو قید خانہ سے چھٹکارہ دلائے گی''۔

بادشاہ کے غلام نے یہ پیغام درویش کو پہنچایا تو اس نے کہا کہ ''اے غلام بادشاہ سے جا کر کہہ دے کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اور دنیا تھوڑی دیر کے لیے ہے۔ درویش کے نزدیک غم اور خوشی کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر تو میری دستگیری کرے تو خوش نہیں ہوں گا اور اگر میرا سر قلم کر دے تو میرے دل میں غم نہ آئے گا۔ اگر آج تیرے پاس لشکر، خزانہ اور حکومت ہے اور میں اہل و عیال سے دور مصیبت میں مبتلا ہوں تو غم نہیں۔ کل جب ہم موت کے دروازے میں داخل ہوں گے تو ایک ہفتے میں دونوں برابر ہو جائیں گے۔ میں بھی کیڑوں کی غذا بن جاؤں گا اور تو بھی۔ اس چند روزہ دولت سے دل نہ لگا اور اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہ بنا''۔

اسی طرح زندگی گزار کہ لوگ تیرا ذکر بھلائی سے کریں جب تو مرے تو قبر پر لعنت نہ بھیجیں۔ تیرا ماتم موت کا وقت بھی شادی ہے اگر تجھے بہتر خاتمہ میسر آئے''۔



وصیت

سنا ہے کہ نوشیروان عادل نے مرتے وقت اپنے بیٹے ہرمز کو وصیت کی کہ "اے بیٹے بقائے سلطنت کا راز یہ ہے کہ اپنے آرام پر رعیت کے آرام کو ترجیح دے۔ درویشوں کی خدمت کر۔ جہاں تک ہو سکے رعیت کا دل زخمی نہ کر اور مخلوق خدا کو نہ ستا۔ کسی پر ظلم نہ کر۔ کاشت کاروں سے رعایت کر اور خوش دل مزدور زیادہ کام کرتا ہے۔ خدا سے نہ ڈرنے والے دلیر متکبروں سے ہوشیار رہ۔ نیکوں کا راستہ اختیار کر۔ خدا کے عذاب سے ڈرتا رہ اور اس کی رحمت کا امیدوار رہ۔ جان لے کہ رعیت جڑ ہے اور بادشاہ درخت اور درخت جڑ ہی سے مضبوط بنتا ہے۔ ظالموں کو کھلی چھٹی نہ دے کیوں کہ عقلمندوں کو یہ پسند نہیں ہے کہ چرواہا سویا ہوا ہو اور بھیڑیا بکریوں میں گھسا ہو۔ جو لوگ تیرے وفادار ہیں اگر اس سے کبھی لغزش ہو جائے تو درگزر کر"۔

ایسے شخص کے ساتھ برائی کرنا انسانیت سے بعید ہے جس کی جانب سے تو نے اکثر نیکی دیکھی ہو۔



جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے

لوگوں کے ستانے والے ایک شخص کے متعلق بیان کرتے ہیں اس نے ایک درویش کے در پر پتھر دے مارا۔ وہ بے چارہ بدلہ لینے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ صبر کے گھونٹ پی کر اس وقت تو خاموش ہو گیا لیکن اس پتھر کو ہمیشہ اپنی نگاہ میں رکھتا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد بادشاہ اس سپاہی سے ناراض ہو گیا اور اسے ایک کنوئیں میں قید کر دیا۔ درویش کو خبر ہوئی تو وہ اس کنوئیں پر آیا اور قیدی سپاہی کے سر پر وہی پتھر دے مارا۔ اس نے پوچھا ''تو کون ہے اور یہ پتھر مجھے کیوں مارا ہے''۔

درویش نے جواب دیا۔ ''میں فلاں شخص ہوں اور یہ پتھر وہی ہے جو فلاں تاریخ کو تو نے میرے سر پر مارا تھا''۔

سپاہی نے پوچھا اتنی مدت تو کہاں رہا۔

درویش نے جواب دیا ''میں تیرے مرتبے سے ڈرتا تھا۔ اب میں نے تجھے کنوئیں میں دیکھا تو بدلہ لینے کے موقع کو غنیمت جانا۔ کیوں کہ داناؤں نے کہا ہے کہ جب تو کسی نا اہل کو صاحب اختیار دیکھے تو عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ صبر کر۔ اگر پھاڑنے والا تیز ناخن نہیں رکھتا تو بروں کے ساتھ لڑائی جھگڑا مول نہ لے۔ جس نے فولادی بازوؤں سے زور آزمائی کی' اس نے اپنی نازک کلائی کو تکلیف پہنچائی۔ صبر کر یہاں تک کہ زمانہ اس ظالم کے ہاتھوں کو باندھ دے (یعنی وہ اپنے مرتبہ اور اختیار سے محروم ہو جائے) پھر اپنے دوستوں کی خواہش کے مطابق اس کا مغز پھوڑ دے''۔ (اسے سزا دے یا اپنا بدلہ لے)



حقیقی خیر خواہ

علاقہ غور میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔وہ لوگوں کے گدھے بیگار میں پکڑ لیتا تھا۔ظلم بر ظلم یہ کہ غریب جانوروں کو گھاس دانہ تو ڈالتا نہ تھا البتہ ان سے بار برداری کا کام اس قدر لیتا تھا کہ بے چارے دو ایک روز میں مر جاتے تھے۔ایک دفعہ بادشاہ شکار کھیلنے کے لیے نکلا اور کسی جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا۔ ادھر سورج غروب ہو گیا اور رات کی سیاہی نے چاروں طرف ڈیرے ڈال دیے۔ بادشاہ مجبور ہو کر ایک گاؤں میں اتر پڑا۔وہاں ایک عجیب ماجرا دیکھا کہ ایک دیہاتی مضبوط اور توانا گدھے کو لٹھ مار مار کر لنگڑا کر رہا ہے۔بادشاہ کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس نے خشمناک لہجہ میں دیہاتی سے کہا کہ ’’تو اس غریب جانور پر کیوں اتنا ظلم ڈھا رہا ہے‘‘۔

دیہاتی بادشاہ کو نہیں پہچانتا تھا وہ بگڑ کر بولا ’’میاں مسافر اپنی راہ لگ تجھے کیا معلوم کی میرے اسک کام میں کیا مصلحت ہے۔بات یہ ہے کہ ہمارا بادشاہ نہایت ظالم ہے وہ تندرست اور مضبوط گدھے غریبوں سے چھین لیتا ہے۔میں اس گدھے کی ٹانگ توڑ رہا ہوں تا کہ بیگار میں نہ پکڑا جائے۔لنگڑے گدھے کا میرے پاس رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ بادشاہ کے پاس بوجھ ڈھوتا مر جائے‘‘۔

بادشاہ کو دیہاتی کی باتیں سن کر غصہ تو بہت آیا۔لیکن مصلحت اسی میں دیکھی کی چپ رہے۔صبح ہوئی تو لشکری تلاش کرتے کرتے گاؤں میں آپہنچے اور ہر طرف بادشاہ سلامت بادشاہ سلامت کا شور مچ گیا۔بادشاہ کو رات والا دیہاتی یاد تھا اس نے حکم دیا کہ ’’گستاخ کی گردن ماری کر دی جائے‘‘۔

بے چارے نے جان بخشی کے لیے بہت منت سماجت کی لیکن بادشاہ کا دل نہ پسیجا۔جب یقین ہو گیا کہ اب جان بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو دلیر ہو کر بادشاہ

کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور گرج کر کہنے لگا ''اے بادشاہ موت تو اپنے وقت پر ضرور آ کر رہتی ہے۔لیکن مجھے مار کر تو بدنامی سے نہیں بچ سکتا۔تیرے ظلم کا چرچا تو ہیر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے۔اگر ظالم کو ظالم کہنے کی سزا موت ہے تو پھر ساری رعیت کو مار ڈال۔اگر تجھے میری باتیں ناگوار گذری ہیں تو انصاف سے کام لے کر ایسی باتوں کا سبب دور کر دے۔ایک بے گناہ کو قتل کرنے کی بجائے مخلوق خدا کو ستانا چھوڑ دے۔تمہارے مظالم سے دنیا رات کو نہیں سوتی۔معلوم نہیں تجھے نیند کیسے آجاتی ہے۔اپنے درباریوں کی تعریف اور خوشامد پر خوش نہ ہو۔خلق خدا تجھ پر ہر وقت لعنت بھیجتی رہتی ہے مظلوموں کی آہ وفریاد سے ڈر اور ظلم سے باز آجا''۔

ان تلخ اور تند مگر سچی باتوں نے بادشاہ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور اس کا ضمیر بیدار ہو گیا۔ اسی وقت توبہ کر لی اور اس دیہاتی کو نہ صرف عزت کے ساتھ رہا کیا بلکہ اپنے گاؤں کا سردار بنا دیا۔

تمہارے ہر کام پر واہ واہ کے ڈونگرے برسانے والے تمہارے خیر خواہ نہیں ہیں بلکہ تمہارے خیر خواہ وہ ہیں جو تمہیں غلط روی پر ٹوکتے ہیں۔



بزرگ کی نصیحت

کسی زمانے میں شیراز پر ایک خاندان کی حکومت رہی ہے۔اس خاندان کے دوسرے بادشاہ زنگی نے وفات پائی تو اس کا بیٹا تکا تخت نشین ہوا۔وہ بڑا انصاف پسند اور رعیت پرور بادشاہ تھا۔لوگ اس سے اس قدر خوش تھے کہ رات دن اس کو دعائیں دیتے ان کی زبانیں نہ تھکتی تھیں۔ایک دن اس نیک دل بادشاہ نے ایک روشن ضمیر بزرگ سے کہا کہ "میری عمر ضائع جا رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تاج و تخت کو لات مار کر کسی گوشے میں جا بیٹھوں اور باقی عمر اللہ کی یاد میں گزار دوں"۔ روشن ضمیر بزرگ نے کہا "طریقت مخلوق کی خدمت کے سوا کوئی شے نہیں ہے۔ تسبیح مصلے اور گدڑی کا نام طریقت نہیں ہے تو اپنی بادشاہت کے تخت باطن رکھتے ہیں اسی طرح کے نیچے گدڑی چھپائے رکھتے ہیں



بدی کا بیج

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دمشق کی جامع مسجد میں حضرت یحییٰ کی قبر پر معتکف ہوا کہ عرب کا ایک بادشاہ جس کی بے انصافی کی عام شہرت تھی وہاں آیا اور نماز پڑھ کر دعا مانگی۔ پھر میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ ''درویشوں میں روحانی طاقت ہوتی ہے اور اللہ تعالٰی سے ان کا سچا معاملہ ہوتا ہے۔ ذرا میری طرف بھی اپنی باطنی توجہ فرمایئے کیونکہ آج کل مجھے ایک سخت دشمن کا خطرہ ہے''۔

میں نے اس سے کہا ''کمزور رعایا پر رحم کرتا کہ طاقتور دشمن سے تکلیف نہ اٹھائے''۔

جس شخص نے بدی کا بیج بویا اور نیکی کی توقع رکھی اس نے کوڑمغزی سے کام لیا اور باطل خیال باندھا۔



خسرو پرویز کو شاہ پور کی نصیحت

سنا ہے کہ جب خسرو (کسریٰ) پرویز نے شاہ پور کو وزارت سے برطرف کر دیا تو وہ صبر کر کے اپنے گھر بیٹھ گیا۔ لیکن جب مفلسی سے اس کا حال تباہ ہوا تو اس نے بادشاہ کی خدمت میں یہ عرضی لکھ کر پیش کی ''اب بڑھاپے میں مجھے در در کی ٹھوکریں کھانے کے لیے نہ چھوڑ اگر تو قبول کرے تو زندگی بھر کے تجربوں کا نچوڑ تیری خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اگر تیرے ملک کا کوئی باشندہ فتنہ پردازی کرے تو اس کو ستانے کی بجائے ملک سے نکال دے اور اگر ملک کا کوئی باشندہ غداری پر کمر باندھے تو اس سے اچھی طرح نپٹ اور اسے کسی دوسرے ملک میں بھی پناہ نہ لینے دے۔ امانت دار ایسے آدمی کو بنا جو صرف خدا سے ڈرے۔ اس کا انتخاب بڑی چھان بین کے بعد کر کہ سو میں سے ایک بھی امانت دار مشکل سے ملے گا۔ لوگوں کی دستگیری کر اور ان کی امیدوں کو پورا کر کسی ایک امیدوار کا بگڑا ہوا کام بنا دینا ہزار قیدیوں کو رہا کرنے سے بہتر ہے اپنے آپ کو رعیت کا باپ سمجھ جو اپنی اولاد کو سرزنش کرتا ہے۔ تو اس کے آنسو بھی پونچھتا ہے۔ دشمن کا مقابلہ سختی سے کر ورنہ وہ دلیر ہو جائے گا۔ بہادر خوش خلق اور سخی بنا رہ۔ جب خدا تجھے دے تو مخلوق پر نچھاور کر۔ خطا کار کی بھول کا عذر قبول کر اگر وہ معافی چاہے تو معاف کر دے۔ کسی کو سزا دیتے وقت بڑی احتیاط کر اور اسے اپنی اصلاح کا موقع دے۔ خوشنودی کے کان سے کسی کی برائی نہ سن۔ وہ شخص کبھی نہیں مرتا جو اپنی یادگار پل، تالاب، لنگر خانہ اور مسافر خانہ چھوڑ جائے''۔

دنیا میں کوئی ایسا نہیں آیا جو ہمیشہ رہا ہو ہاں وہ جس کا نیک کام باقی رہا ہو۔



نیکی کو دوام ہے

خراسان کے بادشاہوں میں سے ایک نے سلطان محمود بن سبکتگین کو خواب میں دیکھا کہ اس کا تمام جسم ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملک گیا ہے لیکن اس کی آنکھیں اسی طرح اپنے حلقوں میں پھر رہی ہیں اور دیکھ رہی ہیں۔ تمام دانا اس خواب کی تعبیر بیان کرنے سے عاجز رہ گئے سوائے ایک درویش کے جو اس جگہ آیا اور کہا کہ اس کی آنکھیں ابھی تک دیکھ رہی ہیں کہ اس کا ملک دوسروں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے "۔

(نوشیروان کا مبارک نام اسکے انصاف کی وجہ سے زندہ ہے اگرچہ نوشیروان کو مرے ہوئے ایک مدت ہوگئی ہے۔ اے فلاں تو نیکی کر اور زندگی کو غنیمت جان! اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں مر گیا ہے)۔



رحم

ایک بادشاہ کسی خوفناک مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اطبائے یونان کے ایک گروہ نے متفقہ فتوے دے دیا کہ اس بیماری کی کوئی دوا نہیں ہے البتہ چند خاص صفات رکھنے والے آدمی کے پتہ سے اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے اس کے لانے کا حکم دیا۔ ایک دہقان کا لڑکا ویسا ہی مل گیا جیسا کہ طبیبوں نے بتایا تھا۔ بادشاہ نے اس کے ماں باپ کو بلایا اور بہت سی دولت دے کر خوش کر دیا (یعنی وہ اس بات پر رضا مند ہو گئے کہ ان کا بیٹا بادشاہ پر قربان کر دیا جائے ادھر قاضی نے فتوے دے کر رعیت کے کسی آدمی کا خون بہانا بادشاہ کی جان کی سلامتی کے لیے جائز ہے)۔

جب جلاد نے اس لڑکے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور مسکرانے لگا۔

بادشاہ نے پوچھا ہنسی کا کون سا موقع ہے؟

لڑکے نے کہا اولاد کا ناز ماں باپ پر ہوتا ہے جو قاضی کے سامنے اپنا دعوی پیش کرتے ہیں اور انصاف بادشاہ سے چاہتے ہیں۔ اب کیفیت یہ ہے کہ ماں باپ نے دنیاوی مال کی لالچ میں مجھے قتل ہونے کے لیے سونپ دیا ہے۔ قاضی نے میرے قتل کا فتوی دے دیا ہے اور بادشاہ اپنی سلامتی میری ہلاکت میں دیکھتا ہے۔ اب سوائے خدائے بزرگ و برتر کے میں کوئی پناہ نہیں دیکھتا۔ اے بادشاہ تیرے ظلم کی فریاد کس کے آگے کروں۔ تیرے ہاتھ سے تیرے ہی سامنے انصاف چاہتا ہوں"۔

لڑکے کی باتیں سن کر بادشاہ کا دل بھر آیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگا کہ اس بے گناہ بچے کے خون بہانے سے میرا مر جانا بہتر ہے۔ یہ کہہ کر اس کا سر منہ چوما اور گود میں اٹھا لیا۔ پھر اسے بہت سا مال و دولت دے کر آزاد کر دیا۔ کہتے

ہیں کہ اسی ہفتے کے اندر بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔





ظلم کا گناہ

حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا ظالم گورنر تھا۔ایک دفعہ اس نے ایک مرد پاکباز کی گرفتاری کا حکم دیا۔ جب ان کو گرفتار کر کے حجاج کے سامنے لائے تو اس نے ان سے کئی سوال کیے انہوں نے ہر سوال کا معقول جواب دیا۔حجاج نے جھلا کر حکم دیا کہ اسے قتل کر دو۔وہ حجاج کا حکم سنکر ہنس دیے اور پھر رونے لگے۔حجاج نے ہنسنے اور رونے کا سبب پوچھا۔انہوں نے جواب دیا کہ رونے کا سبب تو یہ ہے کہ میرے چار بچے ہیں وہ یتیم ہو جائیں گے اور ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ میں اللہ کے سامنے سرخرو ہو جاؤں گا کیوں کہ نا حق جرم بے گناہی میں قتل کیا جا رہا ہوں''۔ان کی بات سن کر کئی اہل دربار بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے سفارش کی کہ ان کی جان بخشی کر دی جائے لیکن حجاج نے ایک نہ سنی اور ان کو قتل کر کے ہی دم لیا۔

کہتے ہیں کہ ایک بزرگ نے خواب میں بے گناہ مقتول کو دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حجاج کا ظلم مجھ پر دو لمحوں میں گزر گیا۔لیکن اس ظلم کا گناہ اس پر قیامت تک سوار رہے گا۔



ایک منصف بادشاہ

کہتے ہیں کہ ایک منصف بادشاہ نہایت سادہ قبا پہنتا تھا۔ جس کے دونوں طرف استر لگا ہوا تھا۔ کسی نے اس سے کہا کہ عالم پناہ یہ قبا آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ آپ چینی کپڑے کی قبا کیوں نہیں سلوا لیتے۔ نیک نہاد بادشاہ نے کہا کہ "قبا کا مقصد جسم ڈھانپنا ہے اور یہ مقصد میری سادہ قبا پورا کر رہی ہے۔ اچھے کپڑے کی قبا تو زیب و زینت کے لیے ہوگی اور میں رعیت سے مالیہ اس لیے نہیں لیتا کہ اس کو اپنے تاج و تخت کی زینت پر صرف کروں۔ اگر میں عورتوں کی طرح ریشمی لباس پہنے لگوں تو پھر مردوں کی طرح دشمنوں کا مقابلہ کیسے کر سکوں گا۔ خزانے پر تنہا میرا حق نہیں ہے بلکہ ملک کی حفاظت پر مامور جانباز بھی اس کے حق دار ہیں۔ وہ سپاہی جو بادشاہ سے خوش نہ ہو وہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت نہیں کرتا۔ اگر ایک ظالم دہقان کا گدھا دھاندلی سے چھین لے تو بادشاہ کو ٹیکس وصول کرنے کا حق نہیں ہے"۔

جس ملک میں دہقان کا گدھا دشمن جبر سے چھین لے اور ادھر بادشاہ اس سے مالیہ وصول کرے تو اسے اقبال کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔



فتنہ انگیز سچ

ایک بادشاہ نے ایک قیدی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ وہ بے چارہ نا امیدی کے عالم میں بادشاہ کو گالیاں دینے لگا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ اس کے نیک خصلت وزیر نے کہا کہ عالم پناہ یہ شخص کہتا ہے کہ حضور ان لوگوں میں سے ہیں جو غصے کو پی جاتے ہیں اور مخلوق خدا کی عطاؤں سے درگزر کرتے ہیں۔ بادشاہ کو یہ سن کر رحم آ گیا اور اس نے قیدی کی جان بخشی کر دی۔ ایک دوسرے بدطینت وزیر نے کہا کہ ہمارے سب کے لیے مناسب نہیں کہ بارگاہ سلطانی میں سچ نہ بولیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے بادشاہ کو برا بھلا کہا اور گالیاں دیں۔ بادشاہ اس کی بات سن کر غصے میں آ گیا اور کہا کہ پہلے وزیر نے جو کچھ کہا اس کا محرک بھلائی کا جذبہ تھا اور جو کچھ تو نے کہا ہے اس کی بنیاد خبث باطن اور بدی پر ہے''۔

داناؤں نے کہا ہے کہ ''مصلحت آمیز جھوٹ ایسے سچ سے بہتر ہے جو فتنہ پیدا کرے''۔



ظلم کی ناؤ

ایران کے بادشاہوں میں سے ایک کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس نے ظلم کا ہاتھ رعیت کے مال و دولت پر بڑھا رکھا تھا اور اس کے ظلم وستم سے لوگوں کا نام میں دم آ گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس کی ایذا رسانی سے بچنے کے لیے ملک سے بھاگنے لگے۔ جب رعایا کم ہوگئی تو لامحالہ اس کا اثر حکومت کی آمدنی پر پڑا اور شاہی خزانہ خالی ہوگیا۔ دشمن موقع کی تاک میں تھے۔ انہوں نے ہر طرف سے یلغار کر دی۔

مصیبت کے انہی دنوں میں اک دن بادشاہ کی محفل میں شاہنامہ فردوسی پڑھا جا رہا تھا۔ اس میں ضحاک کی بادشاہ کے زوال اور فریدوں کے زمانے کا ذکر آیا تو بادشاہ نے پوچھا ''آپ کو معلوم ہے کہ فریدوں کے پاس نہ خزانہ تھا نہ شان وشوکت (لاؤ لشکر) پھر اس نے سلطنت کیسے حاصل کر لی''۔

بادشاہ نے جواب دیا ''جیسا کہ تو نے سنا لوگ ضحاک سے نفرت کی وجہ سے فریدوں کے گرد جمع ہو گئے اور اس کی حمایت کرنے لگے اس طرح وہ بادشاہ بن گیا''۔

وزیر نے کہا ''جہاں پناہ رعایا کا جمع ہو جانا بادشاہت کا سبب ہے تو آپ مخلوق خدا کو کیوں پریشان کرتے ہیں کیا آپ کو حکمرانی کی خواہش نہیں ہے''۔

بادشاہ نے پوچھا ''کہ فوج اور رعیت کو اپنے گرد کیسے جمع کیا جا سکتا ہے۔''

وزیر نے کہا کہ ''بادشاہ کو بخشش سے کام لینا چاہیے اور رعیت کو لطف و کرم سے خوش کرنا چاہیے تاکہ وہ اس کی حکومت کے سائے میں آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرے اور آپ میں ان میں سے کوئی بھی صفت نہیں ہے''۔

بادشاہ کو اس دانا وزیر کی نصیحت پسند نہ آئی۔ اسنے برہم ہوکر اس کو قید خانے میں ڈال دیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بادشاہ کے چچیرے بھائیوں نے سلطنت پر اپنا

حق جتایا اور بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ جو لوگ بادشاہ کے ظلم سے تنگ آ کر منتشر ہو چکے تھے وہ سب اس کے چچیرے بھائیوں کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور بادشاہ پر دھاوا بول دیا۔ وہ ان سب کا مقابلہ نہ کر سکا اور اپنے ملک سے ہاتھ گنوا بیٹھا۔ اس طرح اس کے ظلم وستم سے تنگ آئے ہوئے لوگوں کی مدد سے اس کے چچیرے بھائی حکمران بن گئے۔





ظلم کا بیج

کہتے ہیں کہ ایک شکار گاہ میں نوشیرواں عادل کے لیے اس کے غلام کباب بنا رہے تھے۔ نمک نہ تھا۔ ایک غلام کو گاؤں کی طرف دوڑایا کہ وہاں سے لے آئے۔ نوشیرواں نے کہا کہ نمک کی قیمت دے کر لانا۔ قیمت ادا کیے بغیر چیز لینے کی رسم نہ پڑ جائے اور گاؤں میں اجاڑ نہ ہو جائے۔ ملازمین شاہی نے عرض کی کہ جہاں پناہ ایک چٹکی بھر نمک لینے میں کیا حرج ہے۔ نوشیرواں نے کہا "ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے تھوڑی تھی جو کوئی بعد میں آیا وہ اس میں اضافہ کرتا گیا حتی کہ وہ انتہا کو پہنچ گیا۔

(اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سیب توڑ لے تو اس کے ملازم درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے اور اگر بادشاہ پانچ (تھوڑے سے) انڈے مفت کھا لے تو اس کے سپاہی ہزار مرغ لوگوں سے جبر چھین کر سیخ پر چڑھا ئیں گے)



دائمی عذاب

ایک بادشاہ نے ایک بے گناہ کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ "اے بادشاہ مجھ پر تجھے جو غصہ ہے اس کی وجہ سے اپنا دین اور دنیا برباد نہ کر۔ قتل کی مصیبت (تکلیف) میرے لیے تو لمحہ بھر کے لیے ہوگی لیکن اس کا گناہ تیرے سر پر ہمیشہ رہے گا"۔

(زندگی کا زمانہ صحرا کی ہوا کی طرح گزر گیا۔ مصیبت یا راحت میں برا یا بھلا بہر صورت گزر گیا۔ ظالم یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ہمیں عذاب دیا ہے۔ یہ عذاب ہم سے گزر گیا اور اس کی گردن کا پھندا بن گیا)۔

بادشاہ کو اس کی باتوں سے عبرت ہوئی اور اس کی جان بخشی کر دی۔



فرمانبرداری

ایک عرب بادشاہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے امیر خزانہ سے کہا کہ "ہمارے فلاں ملازم کا مشاہرہ دوگنا کردو کیونکہ ہم نے اسے بڑا خدمت گزار فرمانبردار اور اپنے کام میں مستعد پایا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے ملازم عام طور پر کاہل اور عشرت پسند ہیں"۔ ایک صاحب دل نے بادشاہ کی بات سنی تو اس پر رقت طاری ہوگئی اور بے اختیار رونے لگا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تو نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کا بھی یہی حال ہے"۔

سرداری (عظمت کا راز) تعمیل حکم میں ہے۔ حکم کی بجا آوری میں سستی کرنا بے نصیبی (محرومی) کی علامت ہے۔



اچھی باتیں سچی باتیں

☆ کمزور دشمن اگر دوستی جتائے اور فرمانبرداری دکھائے تو سمجھ لو کہ موقع پا کر وار کرنا چاہتا ہے۔

☆ جو شخص کمزور دشمن کو بے حقیقت جانتا ہے اس کی مثال اس نادان کی سی ہے جو اک چھوٹی چنگاری کو نقصان پہنچانے کے قابل نہ سمجھ کر بغیر بجھائے چھوڑ دیتا ہے اور رفتہ رفتہ سلگ کر تمام گھر کو خاک سیاہ کر دیتی ہے۔

☆ ایسے دوستوں سے جو آپس میں دشمن ہوں علیحدہ علیحدہ اس طرح ملو کہ اگر کسی وقت دونوں میں دوستی ہو جائے تو تمہیں شرمساری نہ اٹھانی پڑے۔

☆ جو حاکم کسی برے شخص کو سزا دیتا ہے مخلوق کو اس کی برائی سے اور اسے آخرت کے عذاب و رسوائی سے بچاتا ہے۔ دشمن کا مشورہ سننا تو ٹھیک ہے مگر اس کا ماننا بھاری خطا۔

☆ تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر بہت ہو جاتا اور قطرہ قطرہ **ملک** کر دریا بن جاتا ہے اس لیے جس شخص کے پاس رکھنے کو مال و زر نہ ہو اگر وہ پتھر ہی رکھ لے تو ممکن ہے موقع پر دشمن کا سر توڑنے ہی کے کام آ جائے۔

☆ عالم کو بے علم کے ساتھ زیادہ علم نہ برتنا چاہیے کہ ادھر تو عالم کا دبدبہ گھٹے گا اور ادھر جاہل کا جہل بڑھے گا۔

☆ گناہ (جرم) یوں تو جس کسی سے سرزد ہو برا ہے مگر عالموں سے تو بہت ہی برا۔

☆ مجرموں کے قتل کرنے میں جلدی کرنے کی نسبت سوچنا سمجھنا زیادہ بہتر ہے۔ بے سوچے سمجھے قتل کر دو گے تو ممکن ہے کہ مصلحت وقت کے خلاف ٹھہرے اور پھر تدارک مشکل ہو جائے۔

☆ دانا کو جاہلوں سے لڑ کر عزت کی امید نہ رکھنی چاہیے۔ ایسے ہی جاہل اگر زبان آوری سے دانا پر غالب آ جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں پتھر موتی کو توڑ ہی دیتا ہے۔

☆ پہلے بات کو تو لو پھر منہ سے بولو۔ جو شخص سوچ کر بات نہیں کرتا نامناسب جواب سے رنج اٹھاتا ہے۔

☆ جھوٹ کی مثال (لاٹھی یا کسی دوسری شے کی) ضرب کے ساتھ دیتے ہیں کہ زخم اچھا بھی ہو جائے تو نشان ضرور باقی رہ جاتا ہے۔ دیکھ لو یوسفؑ کے بھائیوں نے ایک دفعہ جھوٹ بول کر ہمیشہ کے لیے اپنے سچ کا اعتبار اٹھا دیا۔

☆ مخلوق میں بظاہر بزرگ ذات انسان کی ہے اور سب میں بے عزت ذاکت کتے کی۔ مگر داناؤں کے نزدیک حق پہچاننے والا کتا ناشکرے آدمی سے بہتر ہے۔

☆ بادشاہوں کی بخشی ہوئی پوشاک عزت کی چیز ہے۔ مگر اپنا پھٹا پرانا لباس اس سے بھی زیادہ عزیز۔ ایسا ہی امیروں کا کھانا تو خوشگوار ہے مگر اپنی اولاد کا بچا کھچا اس سے بھی زیادہ مزیدار۔

☆ سنی سنائی دوا کا کھانا اوے پوچھے راستے پر جانا عقلمندوں کی رائے اور بھلائی کی راہ کے خلاف ہے۔ کسی نے امام محمد غزالیؒ سے پوچھا ''آپ نے اس قدر علوم کیسے حاصل کر لیے؟'' فرمایا میں جس بات کو نہ جانتا تھا اس کے پوچھنے میں شرم نہ کرتا تھا۔

☆ جو بات بے پوچھے معلوم ہو سکے اس کے پوچھنے میں جلدی نہ کرو کہ وقار میں فرق نہ پڑے۔

☆ کام ہمیشہ صبر و استقلال سے انجام پاتے ہیں۔ مگر جلدی کرنے والے مفت میں منہ کے بل گرتے ہیں۔

☆ نادان کے لیے خاموشی سے بہتر کوئی ہنر نہیں۔ مگر جو شخص یہ نکتہ سمجھ جائے وہ

نادان کیوں رہے گا۔

☆ نالائقوں کے پاس بیٹھ کر کوئی شخص نالائق نہیں بن سکتا۔

☆ نیک آدمی پہلے لوگوں کی کہانیوں اور مثالوں سے نصیحت حاصل کر لیتے ہیں اور اس طرح مخلوق کی زبان سے اپنی غلطیوں اور مصیبتوں پر طعنہ سننے سے بچ جاتے ہیں مگر نالائق ضدی اس وقت تک باز نہیں آتے جب تک بدنام نہ ہو جائیں اور عادی چوری نہیں چھوڑتے جب تک حاکم انھیں جیل کی ہوا نہ کھلائیں۔

☆ زمین پر آسمانی پانی برستا ہے اور زمین سے آسمان پر غبار جاتا ہے یعنی ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں بھرا ہو۔

دو شخص بے کار رنج اٹھاتے اور بے فائدہ دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ ایک تو وہ جس نے جمع کر کے نہ کھایا ہو۔ دوسرا وہ جس نے پڑھ کر عمل نہ کیا ہو۔

☆ علم سے اخلاق کا کمال مقصود ہے نہ فقط روپیہ کمانا۔

☆ بے عمل عالم اندھے مشعلچی کی مانند ہے جو دوسروں کو راہ دکھاتا ہے مگر خود راہ نہیں پاتا۔

☆ جس شخص نے اپنی زندگی میں بھلائی نہ کی ہو لوگ اس کے مرنے پر نیک گواہی کیا دیں گے۔ انگور کی لذت تو وہ ہے جو بوڑھی بیوہ بیان کرے کہ "فلاں شخص نے ایسے میٹھے انگور کھلائے"۔ باغ کا مالک خود ہی کھا کھا کر تعریفیں کرتا رہے تو کیا نتیجہ؟ حضرت یوسفؑ مصر کی قحط سالی میں پیٹ بھر کر اس لیے نہ کھایا کرتے تھے کہ بھوکوں کی حالت نہ بھول جائیں۔

غریب کا حال بدحالی کے زمانے میں زبانی ہی کیا پوچھتے ہو؟ مناسب ہے کہ کچھ اس کے زخم دل پر مرہم لگاؤ اور ہاتھ پر درہم بھی رکھو۔

☆ چھپانے کے لائق بھید دوست سے کبھی نہ کہو کہ آخر اس دوست کے بھی کئی دوست ہوں گے اور ان دوستوں کے بھی کئی دوست۔ اس طرح راز کھل جائے گا۔

☆ دو شخص دنیا اور دین کے دشمن ہیں۔ایک وہ حاکم جس میں علم نہ ہو دوسرا وہ عابد جو بے علم ہو۔

اگر دشمن کی فوج میں پھوٹ پڑی ہو تو خاطر جمع سے بیٹھ جاؤ اور اگر ان میں اتفاق دیکھو تو اپنی سلامتی کی فکر کرو۔

جو آدمی اپنے اچھے زمانے میں نیکی نہیں کرتا وہ بدحالی میں سختی اٹھاتا ہے۔

جو چیز جلد بن جاتی ہے وہ دیر تک کارآمد نہیں ہوا کرتی ۔ دیکھتے نہیں کہ مرغ کا چوزہ انڈے سے نکلتے ہی دانہ دنکا چگنے لگتا ہے اور تھوڑے دنوں میں جوان ہو جاتا ہے مگر کچھ بھی قدر و قیمت نہیں پا سکتا حد دو تین روپے مگر انسان کا بچہ رفتہ رفتہ ترقی کر کے اتنا معزز بن جاتا ہے کہ بیش قیمت موتیوں کی آب بھی اس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔

ہر شخص اپنے کو عقیل اور ہر عورت اپنے بچے کو شکیل سمجھتی ہے۔

ایسی بری خبر جس کے سننے سے لوگوں کے دل دکھیں جہاں تک ہو سکے نہ سناؤ بلکہ دوسرے کو سنانے دو۔

سانپ کا سر دشمن سے کچلواؤ کہ اس میں دو خوبیاں ہیں ۔سانپ مرے تو اچھا اور اگر دشمن مرے تو اور بھی بہتر۔

جو شخص کسی خود رائے کو نصیحت کرتا ہے وہ خود نصیحت کا محتاج اور فضیحت کا مستحق ہے۔

دشمن کا فریب نہ کھاؤ اور خوشامد کرنے والے کی تعریف پر نہ اتراؤ کہ اس نے فریب کا جال بچھایا ہے تو اس نے لالچ کا دامن پھیلایا ہے۔

احمق خوشامد سے ایسا پھولتا ہے جیسے دھونکنی پھونک سے۔

جو شخص نصیحت نہیں سنتا فضیحت اٹھاتا ہے۔

بازاری کتا شکاری کتے کو دیکھ کر بھونکتا ہے مگر پاس نہیں جا سکتا۔ایسے ہی نالائق

اشخاص جب **علم** وہنر میں لائقوں کی برابری نہیں کر سکتے تو برائیاں کرنے لگتے ہیں۔

مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پیٹ کا دھندا نہ ہوتا تو کوئی پرندہ جال میں نہ پھنستا بلکہ شکاری دام ہی کیوں رکھتا۔



مفسدوں سے مہربانی کا برتاؤ کرنا گناہ ہے۔

بدکار امیر ملمع کا پتھر ہے اور نیک بخت غریب مٹی میں لتھڑا ہوا سونا۔ پس یوں سمجھو کہ پہلا فرعون کی ڈاڑھی ہے (مشہور ہے کہ فرعون اپنی ڈاڑھی میں موتی ٹنکوائے رکھتا تھا) اور دوسرا موسیٰ کی گودڑی۔ مگر خوب یاد رکھو آخر میں نیکوں کی مصیبت کا اچھا نتیجہ اور بدوں کی دولت کا سر نیچا ہوتا ہے۔

دو شخصوں کے دل سے نہ تو رنج جاتا ہے نہ حسرت کی دلدل سے ان کا پاؤں چھوٹتا ہے۔ ایک تو وہ سوداگر جس کی کشتی دریا میں الٹ جائے۔ دوسرا وہ صاحب جائداد جو اوباشوں کی صحبت میں بیٹھ کر لٹ پٹ جائے۔

جو شخص بری صحبت میں بیٹھتا ہے وہ بروں کی خو بو نہ بھی اختیار کرے بدنام ضرور ہو جاتا ہے۔ شراب خانے میں کوئی کسی کو ڈھونڈنے ہی جائے مگر یہی سمجھا جائے گا کہ وہ شراب پینے گیا ہے۔

جو شخص دوسروں کی بات اس لیے کاٹتا ہے کہ دوسروں پر اسکا علم و فضل ظاہر ہو لوگ اسے بیوقوف اور جاہل جانتے ہیں۔

جو شخص زیردستوں پر رحم نہیں کرتا کسی دن اپنے سے زبردست کے ہاتھوں خوار ہوتا ہے۔

دو شخص مرتے وقت حسرت لے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ جس نے ہوتے ہوئے نہ کھایا۔ دوسرا وہ جس نے جان کر عمل نہ کیا۔

بادشاہوں کو وہی لوگ نصیحت کر سکتے ہیں جو مال کی امید اور موت کا خوف نہ رکھتے ہوں۔

تین چیزوں کا بغیر تین چیزوں کے چلنا مشکل ہے۔ اول تجارت بغیر مال کے دوم علم بلا بحث و مباحثہ کے سوم حکومت بغیر دبدبے کے۔

شریروں پر رحم کرنا نیکوں پر ظلم کرنے کے برابر ہے اور ظالموں سے درگزر غریبوں

پر ستم کے برابر۔

اپنی ہر ایک کمزوری کا اظہار خاص دوست پر بھی نہ کرو کہ شاید وہی دوست کسی وقت دشمن ہو جائے۔ ایسے ہی دشمن کو بھی بے حد تکلیف نہ دو کیونکہ ممکن ہے کبھی وہی دوست بن جائے۔

لوگوں کے اندرونی عیب نہ کھولو کہ اس سے اگر وہ رسوا ہوں گے تو تم بھی بے اعتبار بن جاؤ گے۔

جس شخص نے علم پڑھا اور عمل نہ کیا وہ اس زمیندار کی طرح ہے جس نے ہل تو چلایا مگر دانہ نہ ڈالا۔ بے دل جسم سے عبادت نہیں ہو سکتی اور بے مغز بادام سے طاقت نہیں آسکتی۔ جو شخص ٹھوک بجا کر خریدتا ہے وہی خوش معاملہ ہوتا ہے۔

اگر سب راتیں شب قدر ہوتیں تو شب قدر بے قدر ہو جاتی۔

جس شخص کی صورت اچھی ہو ضروری نہیں کہ اس کی سیرت بھی اچھی ہو۔ حالانکہ غرض باطن سے ہے ظاہر سے کیا کام۔

موتی کیچڑ میں گرنے سے بھی ویسا ہی چمک دار رہے گا اور دھواں آسمان پر جا کر بھی ویسا ہی دھواں دھار۔

جس میں قابلیت ہو اس کی تربیت نہ کرنا اور جو نا قابل ہو اس کی تربیت پر وقت ضائع کرنا فضول حرکت ہے۔

کستوری وہی ہے جو خود خوشبو دے نہ کہ عطار تعریفیں کرے۔ دانا کا وجود عطر دان کی طرح خوشبو سے بھرپور ہے اور نادان کی کھال ڈھول کے پول کی طرح نرا خول۔ آواز بڑی پیٹ خالی۔

جس شخص کو مدت میں یار بنایا ہو اسے چند دنوں میں ہرگز آزردہ نہ کرو۔

جب کسی کام میں تردد ہو تو وہ آسان راستہ اختیار کرو جس میں تکلیف کا کم اندیشہ ہو۔

جب تک مال سے کام نکل سکے جان خطرے میں نہ ڈالو کہ داناؤں نے تلوار کو آخر میں رکھا ہے۔

کمزور دشمن کو بے بس نہ سمجھنا چاہیے جب وہ قدرت پائے گا تمھیں نقصان پہنچائے گا۔

دنیا کا مال آرام سے زندگی گزارنے کے لیے ہے نہ کہ زندگی مال جمع کرنے کے لیے۔ وہی شخص خوش قسمت ہے جو کمائے اور آخرت کے لیے نیک بیج بو جائے اور وہ بدقسمت ہے جو جمع کر کے مر جائے۔

بخشش کر کے احسان نہ جتاؤ تا کہ اس نفع کا تمہارے لیے بطور امانت محفوظ رہے

☆☆☆

نیکی اختیار کرو

حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں سیر و سیاحت کے ارض حبشہ گیا۔ میں بالکل بے فکر اور مسرور تھا۔ وہاں میں نے چبوترے پر کچھ لوگ دیکھے جن کے پاؤں میں بیڑیاں اور مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ خطرے کے پیش نظر میں نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور فی الفور وہاں سے چل دیا۔ کسی نے بتلایا کہ وہ تو چور تھے اس لیے ان کو پابند سلاسل کیا گیا تھا۔ تو نے تو کسی سے کوئی زیادتی نہیں کی تھی۔ تجھے کیا خطرہ تھا جو تو اس طرح بھاگ پڑا۔ تیری بلا سے سارا جہاں کوتوال بن جائے۔ جو شخص نیک نامی ہوا سے کوئی نہیں پکڑتا۔ تجھے خدا سے ڈر کر نیکوکاری اختیار کرنی چاہیے نہ کہ حاکم وقت کے خوف سے۔



خوف کا حل

ایک شخص نے حاکم شیراز اتا بک سعد بن زنگی کی شان میں قصیدہ پڑھا۔ بادشاہ یہ قصیدہ سنکر بہت خوش ہوا۔ اور اس کو بیش قیمت خلعت بخشا۔ اس خلعت کے دامن پر اللہ بس کا طغری کڑھا ہوا تھا۔ قصیدہ پڑھنے والے کی نظر اس طغرے پر پڑی تو اس کی حالت عجیب ہوگئی۔ اس نے اپنے جسم سے خلعت اتار کر پھینک دیا۔ اور دیوانہ وار جنگل کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

جنگل میں اس کی ملاقات درویشوں سے ہوئی درویش اس کی زبانی سارا احوال سن کر بہت حیران ہوئے۔ ایک نے کہا تم بھی عجب شخص ہو بادشاہ کی طرف سے بخشے گئے انعام کو یوں ٹھکرا دیا۔ وہ بولا میں نے ایسا اس لیے کیا کہ مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ کارساز حقیقی اللہ پاک کی ذات ہے۔ جب تک میں اس راز سے آگاہ نہ تھا خوف اور امید کی ذلت میں مبتلا رہتا تھا۔ اللہ پر کامل یقین ہو تو میرے دل میں نہ بادشاہ کا خوف ہے نہ اس کی ذات سے کوئی امید۔



پرایا معاملہ

میں ہندوستان کے ایک دور دراز علاقے میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لمبا تڑنگا حبشی جو کالا بھجنگ تھا ایک چاند جیسی لڑکی کو آغوش میں لیے ہوئے ہے اور اس کے ہونٹ میں اس کے ہونٹ پیوست ہیں۔ حبشی نے لڑکی کو ایسے ڈھانپ رکھا تھا جیسے رات نے دن کو چھپایا ہوتا ہے۔ مجھے اتنی غیرت آئی کہ میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی ارمیں نے امر بالمعروف کرنا ضروری سمجھا۔ میں نے ادھر ادھر سے پتھر جمع کر کے اسے مارے اور دھمکایا کہ بے شرم بے حیا ڈرا دھمکا کے میں نے اسے بھگا دیا۔ سیاہ حبشی یعنی رات کی سیاہی کو سفید لڑکی سے صبح کی طرح جدا کر دیا۔ بھیا نک بادل یعنی حبشی لڑکی کو چھو کر گیا۔ وہ انڈے جیسے لڑکی حبشی کے نیچے سے نکل آئی۔ میرے لاحول پڑھنے سے وہ حبشی جن تو بھاگ گیا پر لڑکی نے میرا دامن پکڑ لیا۔ کہنے لگی او مکار نمازی او مکار صوفی سیہ کار دین بیچ کر دنیا خریدنے والے میں ایک عرصے سے اس حبشی پر مرتی تھی اور اس کے وصال کی خواہاں رہتی تھی آج خدا خدا کر کے اس کا وصل نصیب ہوا تھا تو نے وہ وصال کا لقمہ میرے منہ سے نکال دیا۔ تجھے ذرا ترس نہ آیا۔ اس طرح وہ میرے ظلم کی شکایت اور فریاد کرنے لگی کہ شفقت ختم ہوگئی اور رحم کا نام جاتا رہا۔ کوئی نوجوان میری دستگیری نہیں کرسکتا کہ اس بوڑھے سے میرا بدلہ لے جسے بڑھاپے کے باوجود میرے منتر میں ہاتھ ڈالتے شرم نہ آئی۔ گویا اس بے حیائی کو میری طرف منسوب کر کے مجھ سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ وہ میرے دامن کو مضبوطی سے پکڑے یہ چیخ و پکار کر رہی تھی اور میں شرم کی وجہ سے زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ آخر میں دامن چھڑا کر بھاگنے لگا تو میرا کرتہ پھٹ کر لڑکی کے ہاتھ میں رہ گیا اور میں لہسن کی چھیلی ہوئی پوتھی کی طرح وہاں سے ننگا بھاگا۔ میں نے عزت بچانے کے لیے ننگے بھاگ جانا ہی غنیمت سمجھا کیونکہ ننگے پن میں وہ بے عزتی نہیں تھی جو

لڑکی کے ساتھ پکڑے جانے کی صورت میں ہو سکتی تھی۔ کافی عرصے بعد وہ لڑکی میرے قریب سے گزری تو مجھے کہنے لگی صاحب مجھے پہچانتے ہو میں نے کہا کہ خدا بچائے تو بھی کوئی بھولنے والی چیز ہے میں نے تیرے ہاتھ پر اس بات سے توبہ کی تھی کہ دوبارہ بے کار کام میں کبھی ہاتھ نہ ڈالوں گا۔

انسانوں کو چاہیے کہ پرائے معاملات میں خواہ مخواہ دخل دے کر آ بیل مجھے مار نہ کہے بلکہ جب تک ضروری نہ ہو جائے بالکل چپ رہے تا کہ آفتوں سے بچا رہے۔



شر

ایک شخص ایک امیر کے پاس گیا۔ جو بڑا نیک دل تھا۔ اس شخص نے نیک دل امیر سے کہا۔

''میں ان دنوں بڑا پریشان ہوں۔ سوالی بن کر آیا ہوں۔ میں نے ایک شخص کا قرض بھی دینا ہے وہ اپنی رقم کا تقاضا کر رہا ہے۔ اس نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہو رہی ہے۔ خدارا میری مدد فرمائیں''۔

نیک دل آدمی کو اس شخص پر بڑا ترس آیا۔ اس نے اسے چند اشرفیاں دیں کہ جاؤ ان سے گزارا کرو۔ اس شخص نے اشرفیاں لے کر شکریہ ادا کی اور چلا گیا۔ ایک شخص ساری گفتگو سن رہا تھا اس نے فیاض امیر سے کہا۔

''جناب مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اس چرب زبان شخص کی باتوں میں آ گئے۔ وہ تو چھلیا ہے آپ کو چھل گیا۔ اس کا تو پیشہ ہی یہی ہے کہ لوگوں کے پاس جاتا ہے اور جھوٹے سچے قصے سنا کر ان کو لوٹ لیتا ہے''۔

مخیّر امیر نے اس شخص کی باتیں سن کر جواب دیا۔

''تم شاید ٹھیک کہتے ہو مگر میں نے جو کچھ کیا ہے مجھے یہی کرنا چاہیے تھا۔ وہ شخص اگر مقروض ہے تو میں نے اسے بے آبرو ہونے سے بچالیا اور اگر چھلیا ہے تو معمولی رقم دے کر میں نے اس سے اپنی جان چھڑالی مال تو دراصل اسی لیے ہے کہ اسے بھلائی کے کاموں پر لگایا جائے''۔



ظاہر باطن

ایک شخص پرہیز گار آدمی کے پاس سے گزرا جو شکل وصورت میں اسے یہودی سا لگا۔ اسے یہودی سمجھتے ہوئے اس نے گردن پر ایک دھول رسید کر دی۔ لیکن پرہیز گار نے اس کا برا ماننے کے بجائے اپنا کرتہ اتار اسکو بخش دیا۔ وہ شخص درویش کے اخلاق سے بڑا متاثر ہوا۔ شرمندہ ہوکر کہنے لگا کہ میں نے جو حرکت کی ہے واقعی میری بدتمیزی ہے میری یہ گستاخی معاف کر دو۔ تمہیں تو میرے اوپر غصہ آنا چاہیے تھا چہ جائیکہ تم مجھے خلع بخش دو درویش نے کہا میں نے اس شکریہ میں تمہیں لباس بخشا ہے کہ میں شر سے منسوب نہیں ہوں نہ میں یہودی ہوں جیسے تم سمجھے تھے بظاہر سیدھا سادا لیکن نیک سیرت آدمی اس بد باطن سے کہیں بہتر جو صرف نام کا نیک بنا ہوا ہے۔ میرے نزدیک تو اس بدکار سے چور ڈاکو بہتر ہیں جس نے پرہیز گاروں کی سی شکل بنا رکھی ہے۔

کسی کی ظاہری خستہ حالی کو دیکھ کر اس کو باطنی طور پر بھی مفلس نہیں سمجھ لینا چاہیے ہوسکتا ہے اس کا باطن اس سے اچھا ہو۔



مصیبت

ایک چوکیدار نے چور کو پکڑ لیا اور مشکیں کس کر زمین پر لٹا دیا۔ وہ پریشانی اور تکلیف کی وجہ سے ساری رات سو نہ سکا اسے رات کو محسوس ہوا کہ کوئی شخص تنگدستی اور نادانی کی وجہ سے رو رہا ہے۔ چور نے اس کی آہ زاری سنی تو کہنے لگا کہاں تک روئے گا۔ اب آرام سے سو بھی جا۔ تجھے تو اللہ تعالی کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ تو چوکیدار کے ہتھے نہیں چڑھا اور اس نے تیری مشکیں نہیں کسیں۔ گویا ہر شخص کو اپنی ہی تکلیف سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ جب تجھ سے بھی زیادہ بے سرو سامان اور نادار دنیا میں موجود ہیں پھر تیرے رونے کا کیا موقع ہے۔ تیرے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ چپ ہو جا۔

ہر شخص کو اپنی ہی مصیبت سب سے بڑی نظر آتی ہے۔ حالانکہ دوسرے کی مصیبت دیکھ کر اسے اپنی مصیبت بھول جانا چاہیے۔



خیر اور شر

ایک نیک سیرت بزرگ کا غلام بد خصلت ہونے کے علاوہ بڑا بدشکل بھی تھا۔اس کے لانبے لانبے الجھے الجھے بال ہمیشہ مٹی سے اٹے رہتے۔آنکھوں سے پانی جاری رہتا۔بڑا کام چور تھا زمین پر پڑا تنکا بھی اٹھانا گوارا نہ کرتا۔اگر اسے کوئی کام کرنے کو کہا جاتا تو سنی ان سنی کر دیتا۔اور اگر کوئی کام کرتا تو ادھورا کرتا۔البتہ کھانے میں بڑا شیر۔کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا۔بڑا پیٹو۔کھانے پینے کے معاملے میں بڑا بے تکلف بڑا بیباک اجازت کے بغیر مالک کے ساتھ کھانا کھانے دستر خوان پر بیٹھ جاتا۔

ایک دن اس نیک سیرت بزرگ کے پاس اس کا ایک دوست ملنے آیا۔اور غلام کے لچھن دیکھ کر کہنے لگا۔

"آپ کو اس میں کونسی خوبی نظر آتی ہے جو آپ اسے برداشت کر رہے ہیں۔مجھے تو اس کی کوئی کل سیدھی نظر نہیں آتی ایسا بھدا بھدا اور اول درجہ کا بدتمیز میں نے تو آج تک کہیں نہیں دیکھا۔میرا مشورہ ہے میاں اس کے دام کھرے کرو۔ایسی بھونڈی تو رزق روئی کا کال ہوتی ہے۔نکالو اسے گھر سے"۔

دوست کی باتیں سن کر نیک سیرت بزرگ نے جواب دیا۔

"بیشک اس کی شکل بڑی بھونڈی ہے۔عادتیں بھی اس کی بڑی بری ہیں۔چہرے سے اس کی نحوست برستی ہے۔باتوں سے اس کی بدبو آتی ہے۔انسان نہیں؟ سینڈ اس خانہ ہے لیکن اس کی وجہ سے خود میری عادتیں درست ہوئی ہیں۔میں نے اس کی اس قدر زیادتیاں برداشت کی ہیں کہ اب ہر شخص کی زیادتی کو برداشت کر سکتا ہوں۔اس لیے یہ بات مروت سے خالی ہوگئی ہے کہ میں اسے فروخت کر سکتا ہوں نہ گھر سے نکال سکتا ہوں"۔



اچھا عمل

برسر راہ ایک لڑکی اپنی اوڑھنی سے باپ کے بدن سے گردوغبار جھاڑ رہی تھی ۔ باپ نے متاثر ہو کر کہا پیاری بیٹی تو میرے لیے کس قدر پریشان ہے تجھے مجھ سے کتنی محبت ہے یعنی قبر کے اندر آنکھوں میں اس قدر مٹی نہیں بھر جائے گی جو اوڑھنیوں سے کبھی صاف نہیں ہو سکے گی ۔ ہر شخص کی روح قبر کی طرف بھاگی جا رہی ہے ۔ جیسے سرکش گھوڑا تھامنا مشکل ہوتا ہے اس طرح اس کو بھی تھاما نہیں جا سکتا ۔ موت آکر جسم کی رکاب توڑ دے گی ۔ یعنی دونوں کا تعلق ختم کر دے گی ۔ پھر یہ سواری یعنی جسم لازماً قبر کے گڑھے میں گرے گا ۔

انسان کا جسم فانی ہے جب اس کی روح اس دنیا سے رخصت ہو کر جائے گی تو اعمال کے سوا کوئی چیز بھی اپنے ساتھ نہیں لے جا سکے گی ۔ اس لیے خدا کے سامنے رو دھو کر اپنے اعمال نامہ کو پاک کر لینا چاہیے ہڈیوں کا پنجرہ انسان جسم ہے جس میں روح کا پرندہ قید ہے ۔ کیا تجھے اس حقیقت کا علم ہے ۔ جب روح جسم کے پنجرے سے نکل کر پنجرے سے نکل جائے گی پھر اسے کسی طرح دوبارہ داخل نہیں کیا جا سکتا ۔ فرصت کو غنیمت سمجھ کیونکہ یہ دنیا اک پل کی ہے ۔ اگر کوئی اچھا عمل کر لیا جائے تو یہ سارے جہان سے قیمتی ہے ۔



غرور

قسطنطنیہ کے ساحل پر ایک دن ایک ایسا نوجوان اترا جس کی پیشانی سے سعادت کا نور مانگنے گا۔ جس وقت یہ گنہگار گریہ و زاری میں مصروف تھا۔ عابد و زاہد کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ اس نے بہت غصے میں کہا۔ آخر میں مردود یہاں کیا کر رہا ہوں؟ اس کا یہاں کیا کام تو دوزخ کا ایندھن ہے۔ یہ تو ایسا بدکار ہے کہ دوزخ بھی شاید اس سے پناہ مانگے گی۔

یہ باتیں سوچتے ہوئے اس نے دعا مانگی کہ اے خدا میرا انجام اس مردود کے ساتھ ہرگز نہ کیجیو۔ جس وقت وہ یہ دعا مانگ رہا تھا حضرت عیسٰی پر یہ وحی نازل ہوئی کہ گناہ گار اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر اور توبہ استغفار کر کے جنت کا حقدار بن گیا ہے۔ کیونکہ جو ہمارے دروازے پر عاجز بن کر آئے ہم اسے مایوس نہیں کرتے۔ ہم نے اسی وقت ان دونوں کی دعا قبول کر لی ہے۔ اور چونکہ عابد و زادہ نے یہ دعا مانگی تھی کہ اسکا حشر اس کے ساتھ نہ ہو اس لیے اسے جنت کی جگہ دوزخ میں داخل کیا جائے گا اس نے اپنے زاہد و تقوی پر غرور کر کے سارے اعمال ضائع کر دیے ہیں۔



چھوٹوں کا خیال

سلطان تغرل موسم خزاں کی ایک رات کسی پہرے دار کے قریب سے گزرا جو برف باری اور بارش کے باعث سردی سے ایسے کپکپا رہا تھا جیسے طلوع کے وقت سہیل ستارہ کپکپاتا ہے۔ اسے دیکھ کر سلطان کو رحم آیا اور اس سے کہنے لگا۔ میں ابھی جا کر پوستین تیرے پاس بھیج دیتا ہوں تو اسے پہن لینا ذرا ایک طرف کھڑے ہو کے انتظار کر میرا غلام تجھے دے جائے گا۔ وہ ابھی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تو بادشاہ بھاگ کر محل میں گھس گیا۔ اس کا ایک خوبصورت غلام تھا جس سے اسے بڑی محبت تھی وہ اس سے دل لگی کرنے لگا اور اس کے نظارے میں ایسا محو ہوا کہ بیچارے پہرے دار کو بھول گیا۔ بدنصیب پہرے دار نے پوستین کی بات تو سنی پر پوستین پہننی نصیب نہ ہوئی۔ قدرت کی ستم ظریفی دیکھو کہ پہلے سردی کی تکلیف کیا کم تھی جو اسے اب انتظار کی زحمت کھینچنی پڑی۔ بادشا جب غفلت کی نیند سو گیا تو صبح نقارچی نے اس پر خوب لطیفہ کسا۔ کہ جب تیرا ہاتھ محبوب کے آغوش میں حمائل ہو گیا تو تجھے بدبخت پہرے دار بھول ہی گیا تھا۔ تیری راتیں جب عیش و عشرت میں گزرتی ہیں تو تجھے کیا معلوم ہماری رات کس قدر لمبی اور خوفناک ہو جاتی ہے۔

بڑوں کو چاہیے کہ اپنے چھوٹوں کے دکھ درد میں شریک رہیں اور عیش پرستی میں پڑ کر ان کو بھول نہ جائیں۔



میرا محسن

ایک ضرورت مند ایک مرد بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امداد چاہی۔ اتفاق سے مرد بزرگ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ امداد نہ کر سکنے کی معذرت چاہی لیکن عرض مند نے یہ سمجھا اسے ٹرخا دیا گیا ہے۔ مرد بزرگ کے گھر سے باہر آتے ہی اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جی بھر کے جلی کٹی سنائیں۔ اتفاق سے مرد بزرگ کا ایک مرید ادھر سے گزرا۔ اپنے مرشد کی شان میں گستاخانہ باتیں سنیں تو سیدھا مرشد کے پاس پہنچا۔ اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔

مرد بزرگ نے فرمایا۔

''میرے بارے میں وہ جو کچھ کہہ رہا تھا میں اس سے آگاہ نہ تھا لیکن تو نے مجھے آگاہ کر دیا۔ جو اس کی زبان سے نہ سنا تیری زبان سے سن رہا ہوں۔ اصل تکلیف تو تو نے پہنچائی ہے۔ اسکے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ جو میری برائیاں کر رہا ہے۔ ان کی تعداد ان برائیوں سے کم ہے جو واقعی مجھ میں ہیں۔ اور یوں وہ ایک طرح میرا محسن ہے کہ میری برائیاں کم کر رہا ہے۔ اگر قیامت کے دن اللہ پاک نے اس کی گواہی قبول فرمائی تو شاید جہنم میں نہ جاؤں''۔



تیار رہو

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ کی طرف جا رہا تھا کہ بیابان میں مجھے نیند نے آ لیا تو میں راستے ہی میں لیٹ کر سو گیا پیچھے سے ایک شتر سوار آیا اسنے دیکھا کہ کوئی مسافر غفلت میں پڑا سو رہا ہے تو اسنے اونٹ کی مہار میرے سر پر ماری اور کہا کیا مرنا چاہتا ہے جو گھنٹے کی آواز سے بھی بیدار نہیں ہوتا۔ آرام سے سو جانے کی تو مجھے بھی خواہش ہے لیکن جو بیابان سامنے ہے وہ مجھے سونے نہیں دیتا جو شخص کوچ کے اعلان کے بعد بھی سویا رہے تو قافلہ نکل جاتا ہے پھر اسے راستہ نہیں ملتا ساربان نے ڈھول پیٹ دیا اور قافلے کا اگلا حصہ منزل تک پہنچنے والا ہے تو کب تک سوتا رہے گا۔

فرشتے نے موت کی آواز لگا دی اور کتنے ہی لوگ اس وادی میں اتر گئے تجھے کب تک ہوش نہیں آئے گی۔ وہ مسافر بڑا مبارک ہے جو نقارہ پیٹنے والے سے بھی پہلے اپنا بستر باندھ کے تیار ہو جائے یعنی عزرائیل کی آمد سے پہلے موت کے لیے تیار ہو۔



عظمت کی بات

ایک دانا شخص بازار سے گزر رہا تھا۔ ایک سر پھرے مست نے راستہ روک کر اس کا گریبان پکڑ لیا۔ اور اس کو مکے رسید کیے۔ دانا شخص نے یہ تشدد نہایت صبر سے برداشت کیا۔ اس مست کو گالی نہ دی نہ اس کے مکوں کا جواب مکوں سے دیا۔

تماشا دیکھتے لوگوں میں سے ایک نے دانا شخص سے کہا۔

''بڑے بزدل ہو۔ مٹی کا مادھو بنے مار کھا رہے ہو۔ کیا تمھارے ہاتھ نہیں ہیں؟''

اس کے جواب میں دانا شخص نے بڑے سکون سے کہا۔

''بھائی یہ تو سر پھرا ہے میں سر پھرا نہیں ہوں۔ اور یہ بھی ہے کہ ظلم کرنے کے مقابلے میں ظلم سہنا سچی شجاعت ہے۔ شجاعت ظلم کرتا نہیں ظلم سہتا ہے''



عقل مندی

فریدوں بادشاہ کا ایک وزیر بڑا روشن دماغ اور دور اندیش تھا۔ وہ ہمیشہ رضائے مولی کو از ہمہ اولی رکھتا۔ دوسرے نمبر پر شاہی فرمان کا پاس کرتا اس وزیر کا کوئی بدخواہ اس کی شکایت کرنے کے لیے بادشاہ کے پاس صبح سویرے جا دھمکا۔ جا کر کہنے لگا کہ میں کوئی اپنی غرض لے کر نہیں آیا بلکہ ایک نصیحت کرنی منظور ہے جو شرف قبول بخشو تو رہے۔ قسمت اور وہ یہ ہے کہ وزیر موصوف نے ہر خاص و عام کو اپنا مقروض بنا لیا ہے ۔اس شرط پر کہ بادشاہ کی زندگی میں ان سے کوئی مطالبہ نہیں ہوگا۔ جب بادشاہ فوت ہو جائے گا تو وہ نقدی واپس کرنے کے پابند ہوں گے ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی زندگی نہیں چاہتا کیونکہ آپ کی عمر جتنی لمبی ہوگی اس کا قرض اتنی دیر سے وصول ہوگا۔ یہ قرضے کی جلد وصولی کے لیے آپ کی موت جلدی ہونے کا خواہاں ہے۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر وزیر کی طرف دیکھا کہ دیکھنے میں تو تم دوست معلوم ہوتے ہو لیکن در پردہ میرے بدخواہ ہو اور میری موت کے طالب ہو اس نے آداب بجا کر عرض کیا۔ جب آپ نے یہ قصہ چھیڑ ہی دیا تو اب چھپانا مناسب نہیں۔ تو میرا مقصد یہ ہے کہ لوگ آپ کی درازی عمر کا خواہاں ہوں کیونکہ آپ کی عمر جتنی لمبی ہوگی ان کو قرض کی ادائیگی اتنی دیر سے کرنی ہوگی لہٰذا وہ آپ کی درازی عمر کے لیے دعائیں کریں گے ۔ جب قرض کی ادائیگی آپ کی موت کے ساتھ مشروط ہے تو وہ میرے تقاضے سے بچنے کے لیے آپ کو ابدالاباد تک زندہ دیکھنا چاہیں گے اور آپ کی درازی عمر کے لیے دعائیں کریں گے تو کیا آپ نہیں چاہتے کہ لوگ آپ کی درازی عمر اور سرسبزی کے لیے دعائیں کریں ۔لوگ تو دعائیں کو غنیمت شمار کرتے ہیں کیونکہ ان سے مصائب کے تیر روکے جا سکتے ہیں اس کا جواب بادشاہ کو بہت پسند آیا اور اس کا چہرہ پھولوں کی طرح کھل گیا۔ وزیر کے مقام و مرتبہ کو بادشاہ

نے اور بڑھا دیا۔

عقلندی سے ہر عقدہ حل ہو جاتا ہے۔





ہیبت طاری ہوگئی

ایک گاؤں کا مکھیا اور اس کا بیٹا سفر کر رہے تھے ایک جگہ شاہی لشکر خیمہ زن تھا۔ جب یہ دنوں وہاں پہنچے تو سپاہیوں کی سج دھج اور بادشاہ کا کروفر دیکھ کر لڑکے پر ہیبت طاری ہوگئی۔ وہ کبھی زریں کمر بند غلاموں کو دیکھتا تھا کبھی نیزہ بردار سپاہیوں کو۔ دوسری طرف مکھیا کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ کر ایک جگہ چھپ گیا۔

بیٹے نے باپ کی یہ حالت دیکھی تو اس سے کہا ابا جان! آپ بھی تو اپنی بستی کے سردار ہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں بہت بڑے سردار ہیں پھر آپ بادشاہ اور اس کے لشکر کو دیکھ کر اس قدر کیوں گھبر گئے؟

مکھیا نے جواب دیا بیٹے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اپنے گاؤں کا پردھان ہوں۔لیکن بادشاہ کے سامنے میری کیا ہستی ہے۔ میں تو اس کے ادنی چاکروں میں شامل ہونے کے قابل بھی نہیں ہوں۔



رحم کیا جائے

حضرت معروف کرخیؒ کے ہاں ایک ایسا مہمان آیا جو بیماری سے ادھ موا ہو رہا تھا۔تکلیف کی وجہ سے بلا غلا کرتا حضرت نے اس کی تیمارداری اور خاطر ومدارت میں ذرا کوتاہی نہ کی۔لیکن بیماری نے اسے ایسا بدمزاج کر رکھا تھا کہ کسی سے سیدھے منہ بات نہ کرتا۔ ہر وقت شکایتوں کا دفتر کھولے بیٹھا رہتا۔حضرت کے اس بے ہنگم مہمان کی وجہ سے حضرت کے دوستوں نے آپ کے ہاں آنا جانا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ آپ کے بیوی بچے بھی اس گھر سے چلے گئے۔لیکن حضرت طبیعت میں ذرا ملال نہ آیا۔بدستور مہمان کی خدمت میں لگے رہے۔

ایک دن حضرت کا مہمان کچھ زیادہ ہی پریشانی اور تکلیف میں مبتلا تھا۔ بے وجہ حضرت کو جلی کٹی سنانے لگا۔ جو منہ میں آیا کہہ ڈالا۔نہ صرف یہ بلکہ صوفیاءکرام کے پورے فرقے کو صلواتیں سنا ڈالیں۔حضرت معروف اسکی الٹی سیدھی باتیں سن کر مسکراتے رہے۔لیکن آپ کی بیوی برداشت نہ کرسکی۔انہوں نے کہا۔

''ایسے بداخلاق اوراحسان فراموش شخص کے ساتھ نیکی کرنا تو کچھ اچھی بات نہیں۔اسے اپنے گھر سے رخصت کریں یہ اسی لائق ہے۔

حضرت معروف نے فرمایا۔

''اس نے جو کچھ کہا اس کا مجھے ذرا بھی ملال نہیں یہ بیچارہ سخت تکلیف میں ہے ایسی حالت میں اس کی کڑوی کسیلی باتیں برداشت کرلینی چاہییں۔جن لوگوں کو خدا نے خوشحالی اور تندرستی کی نعمت سے نوازا ہے ان پر شکر نعمت واجب ہے۔اوراس کا بہت طریقہ یہی ہے کہ ایسے مصیبت کے ماروں پر رحم کیا جائے''۔



کھجور سے گرا

ہم چند درویش فقرانہ لباس پہنے ایک نخلستان کے پاس سے گزرے جس میں کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ ہمارے درمیان ایک پیٹو آدمی بھی تھا جسے عموماً اپنی بسیار خوری کی وجہ سے ذلت اٹھانا پڑتی تھی وہ کھجوریں دیکھ کر للچایا اور لنگوٹ کس کر درخت کے اوپر چڑھ گیا اور درخت کے اوپر سے گردن کے بل گر پڑا۔ درخت پر چڑھنے والا ہمیشہ ہی کھجوریں نہیں کھاتا کبھی اسے گر کر مرنا بھی پڑتا ہے چنانچہ وہ بھی گرا اور مر گیا۔ گاؤں کے نمبردار نے آکر ہمیں ڈانٹنا شروع کر دیا کہ اس کو کس نے مار دیا ہے۔ میں نے کہا جناب ہمیں نہ ڈانٹو اور قصہ سنو۔ یہ پیٹو تھا اور پیٹ نے اس کا دامن شاخ کے اوپر سے کھینچ کر گرایا۔

لالچ انسان کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اس سے جہاں تک ہو سکے بچنا چاہیے۔



سر جھکا لے

ترک سپاہی نشے میں مست گا بجا رہے تھے کسی پیر کے ایک مرید نے دیکھا تو برداشت نہ کر سکا اور انکی دف اور سارنگی توڑ ڈالی ۔ جیسے ستار کو تاروں سے پکڑ لیا جاتا ہے اسی طرح ترکی نے اس مرید کو بالوں سے پکڑا گھسیٹا اور دف کی طرح اسکو پیٹا۔وہ مکے اور تھپڑ کھا کر درد کی وجہ سے ساری رات سو نہ سکا اگلے روز پیر کے پاس گیا تو اسے نصیحت کی اگر تو دف کی طرح پٹنا نہیں چاہتا تو ستار بن جا یعنی عاجزی اختیار کر اور سر جھکا لے۔

پرائے پھڈے میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے بلکہ اپنے کام سے کام رکھنا بہتر ہے ۔کوئی ایسی حماقت نہیں کرنی چاہیے جس کی وجہ سے ندامت اور تکلیف اٹھانا پڑے ۔



واقعہ یاد آ گیا

مجھے بچپن کا واقعہ یاد آ گیا میں والد صاحب کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے گیا۔ میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہو گیا اور والد صاحب کا پتا نہ چلا کہ وہ کدھر چلے گئے۔ جب والد صاحب دکھائی نہ دیے تو میں چلا چلا کر رونے لگا۔ والد صاحب نے پیچھے سے آ کر میرا کان پکڑ لیا اور کھینچ کر فرمانے لگے بے حیا لڑکے تجھے کتنی دفعہ میں نے کہا کہ میرا دامن نہ چھوڑ کہیں گم ہو جائے گا۔ بچہ اکیلا راستہ طے نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے راستہ نہیں دیکھا ہوتا۔



صبر وکرو

ایک نوجوان کی اپنی بیگم سے نہ بنتی تھی اس نے کسی بزرگ کے سامنے اپنا دکھ سنایا کہ میں اپنی ظالم بیوی کا بوجھ اس طرح برداشت کرتا ہوں جیسے چکی کا نچلہ پاٹ اوپر والے کا کرتا ہے۔اس نے کہا صاحب بیوی کی طرف سے اگر تنگی بھی برداشت کرنی پڑتی ہے تو صبر کرو کیونکہ صبر شرم کی چیز نہیں۔ اگر دن کو تجھے ندل پاٹ بننا پڑتا ہے تو کیا ہوا رات کو تو تو اوپر والا پاٹ ہو جاتا ہے گلاب کی جس شاخ سے آدمی نے پھول سونگھا ہو اگر اس کے کانٹے چبھیں تو انہیں بھی برداشت کرنا چاہیے۔

اگر کبھی بیوی کی طرف سے کوئی نا گوار بات سامنے آ جائے تو ان خوشگوار حالات کے پیش نظر جو ہمیشہ اس کی طرف سے پیش آتے ہیں ان کو بھی صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔



پرایا دسترخوان

کسی شخص کے پاس بطور سالن صرف پیاز تھا دیگر کوئی سامان نہیں تھا۔ کسی بکواسی نے اسے مشورہ دیا کہ شاہی لنگر جو جاری ہے وہاں سے سالن لے آؤ۔ مانگنے میں شرم نہ کرو شرم کرنے والا بھوکا مرتا ہے۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ فوراً جانے کے لیے تیار ہوا اور اچکن پہن کر چلا گیا۔ وہاں بھیڑ میں اس کی اچکن پھٹ گئی اور ہاتھ ٹوٹ گیا۔ وہ روتا ہوا واپس آیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا یہ مصیبت تو نے خود مول لی ہے۔ کوئی اس کا کیا علاج کرے حریص آدمی ہمیشہ مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ میں تو آج کے بعد کبھی گھر سے نہ نکلوں گا۔ جو روکھی سوکھی ہوگی کھا کر گزارہ کرلوں گا۔ مگر کسی غیر سے توقع نہیں رکھوں گا۔ اپنی محنت مشقت سے اگر جو کی روٹی بھی مل جائے وہ پرائے دسترخوان کے شیر مال سے بہتر ہے۔

پیاز کے ساتھ جو کی روٹی کھالینا پرائے دسترخوان پر گوشت اور قورمہ کھانے سے بہتر ہے۔



رازق صرف اللہ ہے

کسی شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جب وہ دانت نکالنے لگا تو اسے بڑی فکر ہوئی کہ میں اسے کہاں سے لاکر کھلاؤں گا۔ یہ بھی مناسب نہیں کہ اس معصوم کو چھوڑ کر کہیں بھاگ جاؤں اس نے اپنی پریشانی کا بیوی کے سامنے اظہار کیا تو اس نے خوب جواب دیا کہ یہ شیطانی خطرہ تیرے دل میں کیوں سمایا ہے جس نے اسے دانت دیے ہیں کیا وہ روٹی نہیں دے گا۔ وہ رازق مضبوط قوتوں کا مالک ہے وہ اس کی روزی کا سامان خود کرے گا۔ تجھے اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو ماں کے پیٹ میں بچے کی تصویر بنا سکتا ہے وہاں کی عمر کو دراز اور روزی کو فراخ بھی کر سکتا ہے ۔کوئی آقا اگر غلام خرید کر لائے تو وہ اس کی تمام ضروریات کا کفیل ہوتا ہے۔ پھر جس خدا نے اسے پیدا کیا ہو وہ اس کی ضروریات کو کیسے بھلا دے گا۔ تجھے تو اپنے خدا پر اتنا بھی بھروسہ نہیں جتنا غلام کو آقا پر ہوتا ہے۔

اولاد کے اخراجات کی فکر سے باپ کو منصوبہ بندی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی گھر چھوڑ کر بھاگنا چاہیے کیونکہ جس ذات نے انکو پیدا کیا ہے وہ انکی روزی کا انتظام بھی خود ہی کرے گی۔



کفن

جمشید بادشاہ کی ایک نازنین محبوبہ مرگئی تو اس نے اس کو ریشمی کفن پہنایا۔ کچھ عرصہ بعد وہ اس کی گری ہوئی قبر پر گیا تو کیا دیکھا کہ کیڑوں نے اس کفن چٹ کرلیا ہے۔کوئی گویا گارہاتھا اس کے دوشعروں نے مجھے تڑپا کر رکھ دیا۔جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم مرجائیں گے اور ہمارے بعد بہتر پھول اگتے اور لالہ زار کھلتے رہیں گے۔ ساون جیٹھ اور ماگھ کے مہینے بھی آتے رہیں گے مگر ہم مٹی بن چکے ہوں گے اور ہماری مٹی سے لوگ اینٹیں پاتھ لیں گے۔

مرنے کے بعد انسان مٹی سے مل کر بالکل مٹی ہو جاتا ہے مردے کا کفن معمولی ہو یا ریشمی قبر دونوں کو تار تار کر دیتی ہے اور مردے کو کیڑے کھا جاتے ہیں اس لیے نیک اعمال سے اس کا سدباب کرنا چاہیے۔



احسان کا اعتراف

ایک بہادر بادشاہ گردن کے بل گھوڑے سے گر پڑا۔ جس سے اس کی گردن اندر دھنس گئی اور منگے بیٹھ گئے ہاتھی کی اس کی گردن چھوٹی ہوگئی اور سر گھومنے کے قابل نہ رہا۔ مقامی طور پر تمام طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے ہاں ایک ہونانی حکیم نے اس کا علاج کر دیا۔ اس کی سر بھی گھومنے لگا اور قد بھی سیدھا ہو گیا۔ خدانخواستہ اگر وہ یونانی حکیم نہ ہوتا تو بادشاہ اپاہج بن جاتا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ حکیم کسی ضرورت کے لیے بادشاہ کے پاس آیا مگر بادشاہ نے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ حکیم بہت شرمندہ ہوا۔ ناچار واپس چلا گیا اور اپنے دل میں یہ ٹھان لی کہ میں بادشاہ سے انتقام لوں گا۔ کہنے لگا کہ میری غلطی ہے۔ اگر میں علاج کر کے اس کا سر نہ گھما دیتا تو یہ آج مجھ سے منہ پھیرنے کے قابل نہ ہوتا۔ اپنے غلام کو ایک بیج دے کر بادشاہ کے پاس بھیجا کہ اس کی خوشبو اچھی ہے۔ اسے اگر دان پر جلا کر لطف اٹھائیں۔ اس کے دھوئیں سے بادشاہ کو ایک چھینک آئی جس سے اسکی گردن پھر اندر دھنس گئی اور سر بھی جام ہو گیا۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ حکیم نے میری بے توجہی کا انتقام لیا ہے فوراً ایک آدمی دوڑایا تاکہ جا کر اس سے معذرت کرے اور اسے منت سماجت کر کے واپس لے آئے۔ مگر اتنے میں حکیم کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ اور ڈھونڈنے سے بھی نہ ملا۔

اگر کوئی شخص تجھ پر احسان کرے تو اس کے احسان کا اعتراف کر کیک اس کا ممنون رہنا چاہیے ورنہ وہ احسان فراموشی کا انتقام بھی لے سکتا ہے۔



راز سینے میں رکھو

ایک ترک بادشاہ جس کا نام تکش تھا اسنے اپنے غلاموں کو ایک راز کی بات بتلائی اور تنبیہہ کردی کہ آگے نہ کہنا۔ وہ راز ایک سال تو راز رہا لیکن اس کے بعد اچانک ظاہر ہوگیا۔ بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ جو لوگ راز افشا کرنے کے مجرم ہیں اس سب کی گردنیں اڑادی جائیں۔ ان میں سے ایک غلام بول پڑا کہ حضور اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں کہ سب غلام بے گناہ مارے جارہے ہیں کیونکہ اصل گناہ تو آپ کا ہے جو اپنے راز کو خود نہ سنبھال سکے اور ان سے کہہ بیٹھے۔

اگر تم کسی راز کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو وہ اپنے رازدار کو بھی نہ بتاؤ بلکہ اسے اپنے سینے میں دفن کردو۔



علاج

ایک معمر آدمی چیختا چلاتا طبیب کے پاس آیا۔ اس کے چیخنے چلانے سے ایسا لگتا تھا جیسے یہ ابھی مر جائے گا۔ کہنے لگا حکیم صاحب میری نبض دیکھو میرے پاؤں حرکت نہیں کرتے ۔ ایک قدم بھی جایا نہیں جاتا یعنی مرا جسم ایسا سن اور بے حس ہو چکا ہے جیسے کوئی شخص دلدل میں پھنس گیا ہو۔ اس نے کہا تو مرنے کی تیاری کر کیونکہ تیری بیماری بڑھاپا ہے جو لاعلاج مرض ہے۔

بڑھاپے کا علاج موت کے سوا کچھ نہیں اس لیے بوڑھے آدمی کو ہر وقت موت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور گزرے ہوئے دنوں کے گناہوں کے لیے معافی مانگنی چاہیے۔



چغل خوری

حضرت شیخ سعدیؒ مدرسہ نظامیہ بغداد میں زیر تعلیم تھے جہاں ان کا وظیفہ لگا ہوا تھا اور رات دن پڑھنے پڑھانے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے استاد سے شکایت کی کہ فلاں طالب علم مجھ سے حسد رکھتا ہے۔ کیونکہ میں جب تکرار حدیث میں اس کے معانی و مطالب بیان کرتا ہوں تو اس کے پیٹ میں بل پڑ جاتا ہے استاد ادب نے یہ بات سن کر برہمی اور ناگواری کا اظہار کیا اور تعجب سے فرمایا۔ تجھے دوست کا حسد تو پسند نہیں آتا پر یہ بتا کہ تجھے یہ کس نے کہا ہے کہ غیبت کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ وہ اگر حسد کی وجہ سے دوزخ میں جائے تو تو چغلی کی وجہ سے وہاں پہنچے گا۔

جو شخص کسی بدکار کی بدگوئی کرتا ہے گویا وہ چغل خوری کی وجہ سے اس کے پیچھے پیچھے جہنم میں جانا چاہتا ہے۔



اپنے سے کم تر کو دیکھو

ایک تھکا ہارا مسافر رو رو کے کہہ رہا تھا کہ اس جنگ میں مجھ سے زیادہ مسکین اور لاچار آدمی کوئی نہیں ۔ بوجھ میں دبے ہوئے گدھے نے یہ بات سنی تو کہا بدتمیز آسمان کے ظلم سے روتا ہے۔ تجھے تو شکر الٰہی بجالانا چاہیے کہ اگر چہ تجھے سواری کے لیے گدھا نہیں ملا لیکن تجھے گدھا بھی تو نہیں بنایا جس پر کوئی اور سوار ہو سکے ۔

اپنے سے کمتر حالت والے کو دیکھ کر خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اسنے ہمیں اس جیسا نہیں کیا۔



خاموش رہنا زیادہ اچھا ہے

مصر میں کوئی خوش اخلاق فقیر چپ کا روزہ رکھے ہوئے تھا لوگ دور دراز سے فیضیاب ہونے کے لیے اس کے پاس آتے اور اس کے گرد ایسے جمگھٹا لگ جاتا جیسے شمع کے گرد پروانے ہوتے ہیں۔اس کے دل میں یہ بات آئی کہ انسان دراصل اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے کیونکہ زبان کی خوش کلامی سے لوگوں کے دل موہے جا سکتے ہیں اور اگر میں اسی طرح چپ رہوں تو کوئی کیا جانے گا کہ یہ بڑا دانشور ہے۔وہ جب بولا تو اس کا بھانڈا ایچ چوڑاہے کے پھوٹ گیا۔ ہر کسی کو معلوم ہو گیا کہ بڑا جاہل ہے۔اس کے عقیدت مند اس سے متنفر ہو گئے۔اور اس کی ہوا اکھڑ گئی۔اس لیے اس نے وہاں سے سفر کر جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی لیکن جاتے ہوئے مسجد کی محراب پر ہر بات لکھ گیا کہ میں اگر آئینے میں اپنی شکل دیکھ لیتا تو منو سے نقاب اٹھاتا یعنی بول کر اپنی جہالت ظاہر نہ کرتا۔میں نے نقاب اسی زعم میں اٹھا دیا کہ میں بڑا خوبصورت ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا یعنی مجھے خیال تھا کہ میں بڑا دانشور ہوں بولوں گا تو موتی رولوں گا پر ہوا یہ کہ بولا تو اپنی جہالت کا تھیلا کھولا۔

جاہل کے لیے خاموش رہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس سے اس کی جہالت چھپی رہتی ہے۔



محبت خوبصورتی نہیں دیکھتی

بڑے بوڑھوں سے سنا ہے کہ شیراز میں ایک بوڑھا آدمی رہتا تھا جس نے کئی بادشاہوں کے زمانے دیکھے تھے اور عمرو بن بیث بانی شیراز کے زمانہ میں پیدا ہوا تا۔ وہ خود تو بوڑھا تھا مگر اس کا ایک خوبصورت بیٹا تھا کہ سرو جیسے قد پر سیب لگا ہوا ہے۔ لوگ چونکہ اس کی خوبصورتی پر مرتے تھے اس لیے بوڑھے نے مناسب سمجھا کہ اس کا سر منڈوا دے تاکہ لوگوں کو رغبت کم ہو۔ زنگی سے ناامید بوڑھے نے پرانے استرے سے اس کا سر ایسے مونڈا کی موسیٰ کے ید بیضا کی طرح چمکنے لگا۔ پتھر سے پیدا ہونے والی لوہے کے استرے نے اس خوبرو کے بال مونڈ کر اس کے سر کو معیوب کر دیا لیکن استرے کو بھی فوراً سزا مل گئی کہ فراغت کے بعد اس کے پھل کو موڑ کر اس کے پیٹ میں دھر دیا گیا یعنی استرے کو بند ہونا پڑا۔ ستار کی طرح ماہرو کا سر آگے کو جھکا ہوا تھا اور بال سامنے بکھرے پڑے تھے۔ اس لڑکے کا ایک عاشق تھا جسے اس حادثے کا بڑا صدمہ ہوا اور وہ اس کی آنکھوں کی طرح پریشان ہو گیا۔ کسی ناصح نے اسے سمجھایا کہ بہتر ہے جور و جفا برداشت کر چکے ہو اب اس قصے کو چھوڑو اور باطل کے خیال سے منہ موڑو۔ اب اس کی محبت سے کیا لینا قینچی نے جس کی شکل وصورت بگاڑ دی ہو۔ یہ بات سن کر عاشق صادق نے ایک چیخ ماری کہ عہد شکنی تو بوالہوس کیا کرتے ہیں۔

اور میری محبت ہوس سے پاک ہے۔ محبوب خوش طبع اور خوب رو ہونا چاہیے اس کے سر پر بال ہوں یا نہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میری جان اس کی محبت میں بسی ہوئی ہے یہ نہیں کہ دل صرف اس کی زلفوں پر فریفتہ ہے چہرہ خوبصورت وہ تو بال کٹ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ بال وپھر اگ آئیں گے۔ دیکھو انگور کی بیل بھی ہمیشہ پھل نہیں دیتی کبھی پھل دیتی ہے اور کبھی خزاں سے اس کے پتے

تک جھڑ جاتے ہیں جو بہار میں پھر نکل آتے ہیں۔

محبت دیکھنے دکھانے کی چیز نہیں۔ محبت خوبصورتی بدصورتی نہیں دیکھا کرتی۔ محبت تو دل وابستگی کا نام ہے جس سے ہو جائے۔





کھلیان تباہ نہ کر

کسی شخص نے غلے کے موسم میں سال بھر کا غلہ ایک جگہ جمع کر لیا۔ اور مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ بے فکری کی وجہ سے اسکو الٹی سیدھی باتیں سوجھنے لگیں۔ کھانے پینے کو فراعت سے ملا تو عیش وعشرت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ایک رات مست ہو کر آگ جلائی تو اس کا سارا سازو سامان اور غلے کا ڈھیر جل گیا۔ وہ اگلے دن پھر سے چننے لگے کیونکہ پہلا اندوختہ سب تباہ ہو گیا تھا۔ اس کو حیران پریشان دیکھ کر ایک شخص اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے لگا کہ اگر تو ایسی بدبختی سے بچنا چاہتا ہے تو نشہ پی کر بدحواسی میں اپنا اندوختہ جلانا۔ جس کی عمر بدکاریوں میں گزر گئی گویا اس نے اپنے ہاتھوں سے کھلیان کو آگ لگا دی یعنی اس کی زندگی کا کھلیان تباہ ہو گیا۔ اپنا کھلواڑہ جلا دینے کے بعد سٹے چننا کتنے شرم کی بات ہے۔ میرے پیارے! دین کا بیج کاشت کر بد دین بن کر نیک نامی کا کھلیان تباہ نہ کر۔



لباس اور رتبہ

حضرت سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قاضی کی عدالت میں کسی علمی مسئلے پر بحث ہو رہی تھی۔ اس دوران ایک خستہ حال درویش داخل ہوا اور موزوں مقام پر بیٹھ گیا۔ حاضرین مجلس نے اس کی ظاہری حالت سے اسے بالکل معمولی حیثیت کا آدمی خیال کیا اور وہاں سے اٹھا کر جوتوں کے قریب بٹھا دیا۔ درویش اس بات سے غم زدہ ہوا لیکن خاموش رہا۔

بحث کسی بہت ہی اہم علمی مسئلے پر ہو رہی تھی۔ اور اتفاق ایسا تھا کہ کوئی بھی اسے مسئلے کو مناسب طور پر حل کرنے میں کامیاب نہ ہو رہا تھا۔ وہ غصے میں ایک دوسرے کو لاجواب کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کی گردنوں کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔ اور منہ سے جھاگ اڑ رہا تھا۔

درویش خاموش بیٹھا کچھ دیر ان کا یہ دنگل دیکھتا رہا اور پھر بلند آواز میں بولا۔ حضرات اگر اجازت ہو تو میں اس بارے میں کچھ عرض کروں؟ قاضی نے فوراً اجازت دے دی اور درویش نے شیریں گفتاری اور استدلال کے ساتھ ایسی آسانی سے وہ مسئلہ حل کر دیا کہ سب حیران رہ گئے۔

اب حاضرین مجلس کو اندازہ ہوا کہ چیتھڑوں میں لپٹا ہوا یہ شخص تو بہت بڑا عالم ہے۔ قاضی فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے سر سے دستار اتار کر اسے پیش کرتے ہوئے بولا۔ افسوس ہے کہ پہلے آپ کے علمی مرتبے سے آگاہی حاصل نہ ہو سکی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دستار کے حقدار آپ زیادہ ہیں۔

درویش نے دستار لینے سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا کہ اس غرور کی پوٹلی کو ہرگز اپنے سر پر نہ رکھوں گا۔ یاد رکھو انسان کا رتبہ بہتر لباس سے نہیں بہتر علم سے زیادہ ہوتا ہے۔ کوئی شخص صرف سر بڑا ہونے سے عالم نہیں بن جاتا۔ سب سے

بڑا اسر تو کدو کا ہوتا ہے۔





لوگوں کی پروانہ کرو

شیخ سعدیؒ اپنا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ مصر میں میرا ایک غلام بڑا حیادار تھا۔ شرم کی وجہ سے اس کی گردن ہمیشہ جھکی ہوتی تھی۔ ایک شخص نے مجھے کہا کہ یہ لڑکا بڑا بے عقل اور بے ہوش ہے۔ ذرا اس کی گوشمالی کرکے اسے چست بناؤ چنانچہ میں نے ایک رات اس لڑکے کو ذرا ڈانٹا تو وہی شخص اب یوں کہنے لگا کہ بے چارے کو جھڑک جھڑک کر مار ڈالا۔

لوگوں کی زبان سے تو خدا اور رسولؐ نہیں بچ سکے میں اور تو کس شمار میں ہیں لہذا انکی مطلق پرواہ نہ کرو اور اپنا کام کرتے رہو۔



جان بچ گئی تو

مصائب کی ماری کسی بڑھیا کے گھر ایک بلی رہتی تھی جسے بچے کھچے ٹکڑے مل جاتے تھے۔ایک دل وہ تر مال کھانے کے لیے امیر شہر کے مہمان خانہ میں جا نکلی۔ وہاں کے نگرانوں نے اسے تیر کا نشانہ بنایا۔زخمی ہوکر وہاں سے بھاگی جبکہ ہڈیوں تک سے خون بہہ رہا تھا۔وہ بھاگتے ہوئے کہتی جا رہی تھی اگر آج اگر میری جان بچ گئی تو میں چوہے کھا کر گزارہ کرلوں گی پر بڑھیا کا ویرانہ نہیں چھوڑوں گی۔

طمع انسان کو مبتلا ئے مصیبت کرتا ہے اس لیے طمع چھوڑ کر اپنے ساگ پات پر گزارہ کرلینا زیادہ بہتر ہے۔



خاموشی

ایک شخص نے جھگڑے میں بڑی بکواس بازی کی تو مد مقابل نے اس کا گریبان پھاڑ ڈالا۔ مکے کھاکے گریبان پھڑ وا کے وہ بیٹھا رو رہا تھا کہ ایک جہاندیدہ شخص نے اسے دکھ کر کہا اوخود پرست آدمی! اگر تیرا منہ غنچے کی طرح بند رہتا تو پھول کی طرح تیرا پیرہن نہ پھٹتا یعنی تیری زبان نے تجھے رسوا کیا تیری بکواس بازی نے تیری یہ درگت بنوائی ہے۔

انسان زبان مار کے اپنے لیے مصیبت مول لیتا ہے اگر وہ چپ رہے تو کئی آفتوں سے بچ جائے۔



درویشی اور بادشاہی

ایک بے اولاد بادشاہ جب مرنے لگا تو کسی درویش گوشہ نشین کو اپنا جانشین بنا گیا۔ اس درویش نے جب مال و دولت اور جاہ و حشمت کا مزہ چکھا تو سب درویشی بھول گئی اور پکا دنیا دار بن گیا۔ آس پاس کے بادشاہوں پر فوج کشی کرنے لگا۔ بڑے بڑے بہادر اس سے کانپنے لگے۔ اس کا حوصلہ اتنا بڑھا کہ جنگجو بہادروں اور سرماؤں کو بھی للکارنے لگا۔ متفرق طور پر کئی دشمنوں کو اس نے زیر کر لیا۔ اور ان کی فوج تباہ کر دی لیکن وہ جمع ہو کر ایک دوسرے کے حلیف بن کر پھر مقابلے میں آ گئے۔ اسے یکبارگی حملہ کر کے اسکا محاصرہ کر لیا اور اسکے قلعے پر پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کرنے لگے وہاں کوئی اللہ کا ولی بھی رہتا تھا اس کے پاس اس نے پیغام بھیجا کہ میں لڑائی سے تنگ آ گیا ہوں دشمن مجھے تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اس لیے دعا کی مدد فرماؤ اللہ تعالٰی ان کا شیرازہ بکھیر دے ورنہ بچنے کی کوئی سبیل نہیں ولی اللہ نے ہنس کر کہا کہ تو اگر پہلے کی طرف آدھی روٹی پر کنایت کرتا رہتا اور بادشاہی کی ہوس نہ کرتا تو تجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

اس حکایت کا مطلب یہ ہے کہ سلامتی اور بے فکری درویشی میں ہے بادشاہی میں نہیں۔



غیبت اور بدگوئی حلال نہیں

کوئی صوفی مذاق میں ایک لڑکے سے ہنسنے لگا دوسرے درویشوں نے ایسی ہنسی کو بدکاری پر محمول کرکے چہ میگوئیاں شروع کردیں کہ اس لڑکے سے اس کی نیت خراب ہے۔ یہ بات چلتی چلتی ایک سمجھدار صاحب نظر تک پہنچی تو اس نے کہا اپنے صوفی بھائی کی پردہ دری نہ کرو۔ اگر مذاق حرام ہے تو غیبت اور بدگوئی بھی حلال نہیں۔

اپنے ہم جماعت لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کی تشہیر کرنا دراصل اپنے گروہ کو ننگا کرنا ہے۔



پرہیز گاری

ایک فقیر نے کسی نشہ مست درویش کو گرتے ہوئے دیکھا تو اپنی ظاہر داری پر مغرور ہو گیا۔ تکبر کی وجہ سے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ وہ مدہوش فقیر سر اٹھا کے کہنے لگا اے پیر مرد! اگر خدا نے تجھے انعام کیا ہے تو اس کا شکریہ ادا کر تکبر کرنے والوں کو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا جیسے شیطان تکبر سے مردود ہوا۔ کسی کو گرفتار دیکھ کر ہنسنا نہ چاہیے خدا نخواستہ کل تم خود گرفتار ہو جاؤ۔ یہ عین ممکن ہے کہ کل تو بھی میری طرح نشہ سے بدمست ہو کر گر پڑے اور لوگ تجھے دیکھ کر ہنسیں۔

کسی گنہگار کو دیکھ کر اپنی پرہیز گاری پر مغرور نہیں ہونا چاہیے کیونکہ تجھے پرہیز گاری کی توفیق بھی خدا نے دی ہے اور فاسق پر پرہیز گاری کا دروازہ بھی اسی نے بند کیا ہے اور وہ اس کے برعکس بھی کر سکتا ہے۔



بہشت

ایک شخص مٹی کے گارے میں بھرا ہوا مسجد میں آ گیا اور متعجب تھا کہ میرے جیسا گنہگار آلودہ دامن مسجد میں کیسے آ گیا۔ ایک نمازی نے اسے جھڑک دیا کہ مسجد میں تو آ گیا ہے ذرا اپنی شکل اور لباس تو دیکھ لے۔ کیا یہ مسجد کے قابل ہیں۔ یہ بات سن کر میرے دل کو چوٹ لگی کہ جب مٹی سے آلودہ آدمی مسجد میں آنے کے قابل نہیں تو بہشت بریں تو اس سے بھی زیادہ پاک جگہ ہے وہاں گنہگاروں اور تر دامنوں کو کون گھسنے دے گا۔



تحمل اور درگزر

کچھ عابد و زاہد مسجد میں بیٹھے عبادت کرر ہے تھے۔ کہ اچانک ملک کا شہزادہ وہاں چلا آیا۔ وہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا۔ اس نے آتے ہی عبادت گزاروں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور ہر شخص کی توہین کی۔

شہزادہ وہاں سے چلا گیا۔ تو اک شخص نے اپنے مرشد سے کہا یہ بد کردار شخص تو اس قابل ہے کہ آپ اسے بد دعا دیں۔ جس طرح اس نے آج خانہ خدا اور ہماری توہین کی ہے خدا جانے اور کتنے لوگوں سے کیا ہو گا۔

مرید کی یہ بات سن کر مرشد نے دعا کے لے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگنے لگا۔ اے اللہ! یہ شہزادہ تو بہت اچھا ہے اسے ہمیشہ آسودہ اور خوش رکھنا۔ مرشد کی زبان سے یہ دعا سنی تو مرید بہت حیران ہوا۔ اسے نے کہا حضرت یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے کہ آپ ایک فاسق و فاجر شخص کے حق میں آسودگی اور راحت کی دعا کر رہے ہیں۔ مرشد نے جواب دیا خاموش رہ جو کچھ ہم جانتے ہیں تو جانتا نہیں۔

اتفاق ایسا ہوا کہ مرشد کی یہ باتیں کسی طرح شہزادے کے کانوں تک بھی پہنچ گئیں اور اس پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ اسنے اسی وقت مے نوشی سے توبہ کر لی۔ اور اپنے ایک معتمد کو یہ پیغام دے کر مرشد کی خدمت میں بھیجا کہ اگر جناب تشریف لانے کی زحمت گوارا کریں تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔

مرشد نے دعوت قبول کر لی اور شہزادے پر یہ واضح کر دیا کہ زندگی گزارنے کا جو ڈھنگ اسنے اختیار کیا ہے وہ موجب ہلاکت ہے۔ شہزادے کا دل نصیحت قبول کرنے پر آمادہ تھا۔ اس نے اسی وقت شراب نوشی اور گانے بجانے کے ساز توڑ دیے اور نیک کاروں کے طور طریقے اختیار کر لیے۔ اب وہ اپنا سارا وقت عبادت میں گزارتا تھا۔ پہلی زندگی سے اس کا کچھ تعلق ہی نہ رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے

باپ کی بھی یہ نصیحت نہ مانی کہ وہ ہر وقت عبادت ہی کرتا رہے۔





سود خور جہنم کا ایندھن

کوئی سود خود سیڑھیوں سے گر پڑا اور گرتے ہی اس کا دم مسافر ہو گیا۔ اس کا بیٹا دن تک روتا رہا بالآخر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دوستوں کی مجلسوں میں شرکت کرنی شروع کر دی ایک رات باپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حساب کتاب سے کیسے خلاصی ہوئی۔ اس نے جواب دیا بیٹا کچھ نہ پوچھو میں سیڑھیوں سے زمین پر نہیں سیدھا جہنم میں گرا گویا مرتے ہی جہنم میں پہنچ گیا۔ اب میں ہوں اور جہنم کے شعلے۔ اس نے کہا بیٹا مجھ سے عبرت پکڑو میں سود خوری کرتا رہا ہوں تم ہرگز نہ کرنا۔

حرام خوری کی وجہ سے انسان سیدھا جہنم میں جاتا ہے۔



موت کی تیاری کرو

ایک شخص مر گیا تو دوسرے آدمی نے اس کے غم میں گریبان پھاڑ لیا۔ سمجھدار آدمی نے اس کا رونا دھونا اور کپڑے پھاڑنا دیکھا تو کہا کہ اگر مردے کے ہاتھ حرکت کر سکتے تو وہ تمہارے ظلم سے اپنا کفن پھاڑ لیتا اور کہتا تم میری موت کی وجہ سے اتنے پیچ تاب کیوں کھا رہے ہو۔ میں ایک دن پہلے آ گیا ہوں تم ایک دن پیچھے آؤ گے۔ میری موت کو تو روتے ہو مگر اپنی موت بھلا رکھی ہے کہ کل تمہیں بھی یہ سفر درپیش ہوتا ہے۔ صاحب بصیرت آدمی جب مردے پر مٹی ڈالتا ہے تو وہ یہ سوچ کر آبدیدہ ہو جاتا ہے کہ کل میرے اوپر بھی مٹی ڈالی جائے گی۔ اگر چھوٹا بچہ مر گیا تو اس کے غم میں کیا روتے ہو کہ وہ جیسا معصوم دنیا میں آیا تھا ویسا ہی معصوم یہاں سے چلا گیا۔ فکر کی بات تو یہ ہے کہ تم پاک آ کر ناپاک نہ جاؤ ورنہ بڑی شرمندگی ہوگی۔ روح کے پرندے کو اعمال صالحہ کا پابند کر لو ورنہ جب یہ اڑ جائے گا تو کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔

جب تم کسی کی نماز جنازہ پڑھو تو سوچ لو کہ ایک دن تمہاری بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی موت سے کوئی شخص نہیں بچ سکتا۔ اس لیے جب دوسروں کو دفناؤ تو سوچ لو کہ ایک دن ہمیں بھی یونہی دفنایا جائے گا۔ مردوں کو رونے کی بجائے اپنی موت کی تیاری کرو۔



بلاوا

ہم چند نوجوان دوست ایک رات جوانی کی ترنگ اور نعمتوں کی خوشی میں راگ و رنگ کی محفل جمائے بیٹھے پھولوں کی طرح ہنسنے اور بلبل کی طرح گانے لگے اور اپنی آوازوں سے محلے میں شور برپا کر دیا۔ ایک بوڑھا آدمی ہم سے ذرا دور بیٹھا تھا جس کے بال دن کی طرح سفید ہو چکے تھے۔ وہ بالکل خاموش تھا۔ عناب کی طرح اس کے ہونٹ بند تھے۔ ایک نوجوان نے اس سے کہا کہ اے پیر مرد تو حسرت و افسوس میں وقت کیوں گنوا رہا ہے جب کہ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں اور مسرتیں ہی مسرتیں ہیں تو بھی کھڑا ہو اور جوانوں کے ساتھ رقص میں شامل ہو۔ اس نے گریبان سے سر نکالا اور نہایت بزرگانہ جواب دیا کہ باد صبا چلے تو جوان اور سرسبز درخت جھوما کرتے ہیں۔ جو کی طرف دیکھو جب تک سرسبز ہوتے ہیں جھومتے اور لچکتے ہیں۔ زردی آجائے تو کٹ کر گر جاتے ہیں۔ باد بہاری س: ے بید مشک پر پھل آتا ہے۔ لیکن پرانے درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اپر بہار نہیں آتی۔ میرے رخسار بھی شہید ہو گئے ہیں۔ اب مجھے جوانوں کے ساتھ جمع منانا زیب نہیں دیتا۔ عیش و عشرت کے دستر خوان پر اب نوجوانوں کی باری ہے بوڑھے تو ان چیزوں سے مایوس ہو گئے۔

جب جوانی گزر جائے پھر رنگ رلیاں چھوڑ کر توبہ استغفار میں مشغول ہو جانا چاہیے کیونکہ پتہ نہیں کس وقت بلاوا آجائے۔



ہر طرف تیرا جلوہ

ایک شخص نے ایک حسین وجمیل لڑکا دیکھا تو اسے حال چڑھ گیا اور آتش عشق بھڑک اٹھی وہ اس قصد ادم سے متاثر ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا جیسے چیت کے مہینے میں پتوں پر شبنم گرتی ہے۔ اچانک حکیم بقراط کا ادھر سے گزر ہوا تو اسنے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا۔ کسی نے بتایا یہ آدمی بڑا اچھا متقی پرہیز گار ہے گناہوں کے قریب نہیں جاتا۔ ترک دنیا اور قطع تعلقات کی وجہ سے ہمیشہ جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتا ہے۔ ایک دلفریب لڑکے نے اس کا دل موہ لیا ہے اور یہ اس کے چکر میں پھنس گیا ہے۔ لوگ اسے طعن طعن کرتے ہیں تو یہ رو رو کر کہتا ہے جانے بھی دو کوئی شخص مجبور بھی ہوتا ہے میں بھی بے سبب نہیں چیختا۔ یہ لڑکا میرا دل کیا چھین سکتا ہے میرا دل تو اس ذات نے چھین لیا ہے جس نے اس کے نقش بنائے گویا میں اس کی شکل کے آئینے میں سا کی زیارت کرتا ہوں۔ اس عمر رسیدہ اور تجربہ کار آدمی نے اس کی بات سن کر کہا اگر چہ تو نیکی اور پارسائی میں شہرہ آفاق ہے لیکن اس واقعہ کے بعد تجھے اپنی پاک دامنی ثابت کرنا بڑا مشکل ہے۔ ہر شخص تیری تو جیہہ کو باور نہیں کر سکتا کہنے والے کہیں گے کہ خالق حقیقی نے صرف یہی نقش تو نہیں بنایا جس نے تیرا دل چھین لیا۔ اس کی اور بھی تو کاری گریاں ہیں نومولود لڑکے کو دیکھ کر تو صفت حق سے اتنا متاثر کیوں نہیں ہوتا۔ کیونکہ کاریگری میں بڑا چھوٹا برابر ہے۔ اگر تیری نظر حقیقت پسند ہو تو تجھے اونٹ کی بناوٹ میں بھی وہی نظر آئے گی جو چین کے حسینوں میں آتی ہے۔

اللہ تعالی صناعیوں کا شمار نہیں۔ ہر چیز میں اس کا جلوہ نظر آتا ہے۔ خدا تو ہر چیز میں موجود ہے تو دیکھنے والی آنکھ سے دیکھ۔



بھولپن

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے۔ خدا رحمت کرے والد محترمہ نے مجھے تختی کاپی اور سونے کی انگوٹھی خرید کر دی میں چونکہ انگوٹھی کی قدر و قیمت نہیں جانتا تھا اس لیے ایک ٹھگ نے کھجور کے بدلے مجھ سے وہ انگوٹھی ہتھیا لی۔ بچے چونکہ انگوٹھی کی قدر و قیمت سے واقف نہیں ہوتے اس لیے شیرینی دے کر ان سے انگوٹھی چھینی جاسکتی ہے۔



غرور نہ کر

دو شخص آپس کی مخالفت میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ چیتے ہیں طرح ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی سوچتے تھے۔ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ اک دوسرے کی نظروں سے بچنے کے لیے انہیں آسمان کے نیچے جگہ نہ ملتی تھی۔ ان میں سے ایک کو موت نے آدبوچا۔ اس کی زندگی کا پیانہ چھلک گیا۔ اس کی موت کو بہت خوشی ہوئی۔ کافی عرصے کے بعد وہ اس کی قبر کے پاس سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ جس متکبر کے مکان پر سونے کی پالش ہوئی تھی آج اس کی قبر مٹی سے لپی ہوئی تھی۔ غصے میں آ کر اس نے مرے ہوئے دشمن کی قبر کا تختہ اکھاڑ ڈالا۔ دیکھا تو تاج پہننے والا سر ایک گڑھے میں پڑا ہوا تھا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں مٹی بھری ہوئی تھی وہ قبر کی جیل میں قید ہو چکا تھا۔ اور اس کے جسم کو کیڑے مکوڑے کھا رہے تھے اس کا موٹا تازہ جسم پہلی رات کے چاند کی طرح دبلا ہو چکا تھا اور اس کا سرو قد تنکے کی طرح باریک ہو گیا تھا۔ اس کے پنجے اور ہتھیلی کے جوڑ بالکل علیحدہ ہو چکے تھے یہ حالت زار دیکھ کر اس کا دل بھر آیا۔ اس کے رونے قبر کی مٹی تر ہو گئی۔ وہ اپنے کرتوتوں پر شرمندہ ہو گیا اور تلافی کے لیے اس نے حکم دیا کہ اس کی قبر پر لکھ دیا جائے کہ کوئی شخص کسی دشمن کی موت پر خوش نہ ہو کیونکہ وہ خود بھی زیادہ دن موت کے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گا۔ اس کی یہ بات سن کر ایک خدا شناس آدمی کو رونا آ گیا۔ کہنے لگا اے قادر مطلق خدا! اگر تو نے اس کی بخشش نہ کی جس کی حالت زار پر دشمن بھی رو پڑا تو تیری رحمت پر بڑا تعجب ہو گا۔ ہمارا جسم بھی کسی دن ایسا ہو جائے گا کہ اسے دیکھ کر دشمنوں کو بھی رحم آجائے گا۔

دو دن کی زندگی ہے کوئی نہیں جانتا موت کب آ جائے اس زندگی میں کسی چیز پر غرور اور تکبر نہ کرنا چاہیے۔



خوش اخلاقی

ایک خوش اخلاق اور شیریں زبان شخص شہد فروخت کیا کرتا تھا۔ اور اس دوہری شیرینی کے باعث لوگ اس کے گرد یوں جمع ہو جاتے تھے جس طرح مکھیاں شہد پر اکٹھی ہو جاتی ہیں اس کا سارا شہد دیکھتے دیکھتے بک جاتا تھا۔

حاسد اس کی خوشحالی اور مقبولیت کی وجہ سے انگاروں پر لوٹتے تھے اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح اس کی مقبولیت کم ہو۔ آخر وہ اپنی اس ناپاک کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے ایسی سازش کی کہ شہد فروش کی خوش اخلاقی بدحالی میں بدل گئی۔ اب جو گاہک بھی اس سے بات کرتا وہ اس کے ساتھ لڑتا اور بک بک جھک جھک کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سارے گاہک ٹوٹ گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب وہ بازار میں آتا تو اس کی پاس صرف مکھیوں کا مجمع ہی ہوتا۔ ایک گاہک بھی پاس نہ پھٹکتا۔

مال فروخت نہ ہونے کی وجہ سے نوبت فاقوں تک آ پہنچی تو ایک دن وہ اپنی بیوی سے کہنے لگا معلوم نہیں خدا ہم سے کیوں ناراض ہو گیا ہے۔ سارا سارا دن بازار میں بیٹھا رہتا ہوں لیکن ایک تولہ شہد فروخت نہیں ہوتا۔ بیوی نے جواب دیا خدا تو پہلے کی طرح مہربان ہے فرق تمھارے اخلاق اور رویے میں آ گیا ہے۔ پہلے تم اپنی شیریں گفتاری اور حسن اخلاق سے لوگوں کے دل موہ لیتے تھے۔ ہر شخص تم سے بات کر کے خوش ہوتا تھا۔ اور دوسرے شہد فروشوں کو چھوڑ کر تم سے شہد خریدتا تھا۔ اب تمہاری تلخ کلامی نے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کر دی ہے انہیں تمہارا شہد بھی کڑوا معلوم ہوتا ہوگا۔

--------اختتام--------